ماھنامہ

انوار مدینہ

جلد : ۱۸ | رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ/ اگست ۲۰۱۰ء | شمارہ : ۸

مدیر اعلیٰ	نائب مدیر
سیّد محمود میاں	سیّد مسعود میاں

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۷ روپے.........سالانہ ۲۰۰ روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ ۷۵ ریال

بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ ۲۰ امریکی ڈالر

برطانیہ، افریقہ .... سالانہ ۲۰ ڈالر

امریکہ .... سالانہ ۲۵ ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کا اِی میل ایڈریس

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

fatwa_abdulwahid1@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

اکاؤنٹ نمبر انوارِ مدینہ MCB (0954) 7914-2

فون نمبرات

جامعہ مدنیہ جدید : 042 - 35330311

خانقاہِ حامدیہ : 042 - 35330310

فون/فیکس : 042 - 37726702

رہائش ''بیت الحمد'' : 042 - 36152120

موبائل : 0333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۵
میرا عقیدہ حیات النبی ﷺ	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۱۲
انفاسِ قدسیہ	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ	۲۰
تربیتِ اَولاد	حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ	۲۷
حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا	حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحبؒ	۲۹
رمضان المبارک کی عظیم الشان فضیلتیں....	حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب	۳۲
اِسلام کی اِنسانیت نوازی	حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری	۳۸
گلدستۂ احادیث	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۴۲
توبہ نامہ	جناب پروفیسر یوسف سلیم صاحب چشتی مرحوم	۴۴
سراج الائمہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کا صبر	جناب مولانا محمد عثمان سلیم صاحب	۵۵
دینی مسائل		۵۷
تقریظ وتنقید		۶۰
اَخبار الجامعہ		۶۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم اما بعد!

گزشتہ ماہ کے اَوائل میں حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب کی شدید علالت کی وجہ سے بندہ کو اچانک کراچی جانا پڑا وہاں سے ایک دِن کے لیے حیدر آباد بھی گیا راستہ میں شریکِ سفر جامعہ مدنیہ جدید کے طالب علم جو کراچی کے رہائشی ہیں اپنا ایک واقعہ بتلانے لگے کہ :

''میں موٹر سائیکل پر کہیں جا رہا تھا کہ راستہ میں ایک جگہ ٹریفک پولیس کے سارجنٹ نے مجھے رُکنے کا اِشارہ کرتے ہوئے ساتھ بیٹھانے کی عاجزانہ درخواست کی میں نے اُس کو بٹھا لیا چلتے چلتے ایک شاہرہ پر اچانک کہنے لگا کہ رُکو رُکو میں نے گھبرا کر پوچھا کہ کیا ہوا؟ کہنے لگا رُکو ورنہ میری دھاڑی کے سو روپے مارے جائیں گے میں نے کچھ گھبراتے ہوئے موٹر سائیکل روکی تو وہ جلدی سے اُترا اَور پیچھے آنے والے ایک ٹرک والے کو اِشارہ کر کے روکا اَور بڑی رعونت اَور سخت لہجے میں اُس کو نیچے اُترنے کا اِشارہ کرتے ہوئے کاغذات طلب کیے اَور کہا کہ اِس سڑک پر اِس وقت ٹرک کیوں لائے ہو، ٹرک والے نے بڑے اطمینان سے بیٹھے بیٹھے ایک کارڈ دِکھایا جس کو دیکھتے ہی سارجنٹ اُلٹے پاؤں واپس ہوا اَور میرے ساتھ موٹر سائیکل پر بیٹھ گیا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے تم تو بڑے جوش سے اُترے تھے '' دیہاڑی'' کا کیا رہا؟ کہنے لگا اُس نے ہمارے

(رشوت خور) گروپ کو دو سو روپے کی ''منتھلی'' جمع کرا رکھی تھی اِس کا (غیر قانونی خود ساختہ) کارڈ اُس نے مجھے دِکھا دیا لہٰذا اَب یہ جہاں چاہے (قانون توڑتا) پھرے اَور جو یہ کارڈ نہیں بناتا اُس سے ہم (بطورِ رشوت) دیہاڑیاں وصول کرتے رہتے ہیں۔''

پاکستانی حکمرانوں کا شروع سے یہ طرزِ عمل رہا ہے کہ وہ اپنے ذاتی مفادات کو قومی اَور ملکی مفادات پر ترجیح دیتے ہیں اَور اِس ترجیحی عمل میں وہ اِتنے بااِختیار اَور آزاد ہیں کہ کسی حد پر اِس کی اِنتہا نہیں ہوتی اَور آہستہ آہستہ اپنی ذاتی ترجیحات کو اَب وہ اپنا استحقاق جانتے ہوئے قومی مفادات کو قربان بلکہ تباہ کر رہے ہیں اَور یہ عمل اِنتہائی بے شرمی سے اَنجام دے رہے ہیں۔ قدرتی طور پر اِن کا یہ طرزِ عمل ماتحتوں میں بھی سرایت کرتا چلا جا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج معاشرہ میں کھلم کھلا رشوت خوری کا عمل پورے زور و شور سے جاری ہے جس کے نتیجہ میں بہت سے ملکی اِدارے تباہی سے دوچار ہو چکے ہیں اَور باقی ماندہ تباہی کی طرف جا رہے ہیں، ترقی کا عمل مکمل طور پر رُک چکا ہے اَور پورا ملک تنزل کی طرف گامزن ہے اِس کے ذمہ دار عوام بھی ہیں اَور حکمران بھی کیونکہ جو برائیاں حکمران کر رہے ہیں عوام اُن کی نقل میں ویسا ہی کرتے ہیں اَور عوام جانتے ہوئے بھی اِن ہی کو منتخب کر کے اِقتدار اِن کے سپرد کر دیتے ہیں۔

حضرت کعب بن اَحبارؒ سے ایک قول منقول ہے کہ **اِنَّ لِکُلِّ زَمَانٍ مَلِکًا یَبْعَثُهُ اللّٰهُ عَلٰی نَحْوِ قُلُوْبِ اَهْلِهٖ** [۱] کہ ہر دور کے لیے (اُس زمانے کے حالات کے مطابق) ایک بادشاہ ہوتا ہے جس کو اُس دَور کے لوگوں کے قلوب کی حالت کے مطابق اللہ تعالیٰ (اُن پر مسلط کر کے) بھیجتے ہیں۔

لہٰذا دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عوام کے قلوب کی اِصلاح فرما کر اُنہیں سچی توبہ کی توفیق نصیب فرمائے تاکہ اُن کے مردہ شعور کو بیداری نصیب ہو کر دُنیا و آخرت کی بھلائیاں عطاء ہو جائیں۔

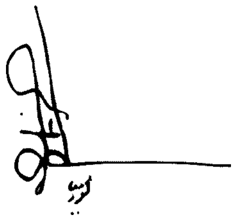

---

[۱] شعب الایمان للبیھقی ج ۱ ص ۲۲

مَولَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا　**درس حدیث**　عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

حضرتِ اقدس پیرو مرشد مولانا سید حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اِس فیض کو تاقیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

حضرت خالد رضی اللہ عنہ اَللہ کی تلوار، اِخلاص اَور بے نفسی
صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں بھی مال کا حساب لیا جاتا تھا
حضرت معاذؓ کا تقوی، اُس زمانہ میں ڈاک کا تیز رفتار نظام

﴿ تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

(کیسٹ نمبر 62 سائیڈ B 1986 - 10 - 10)

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلٰوۃ والسلام علٰی خیر خلقہٖ سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہٖ اجمعین اما بعد !

ایک صحابی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں وہ نقل کرتے ہیں کہ ہم ایک جگہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، لوگ آگے سے گزرنے لگے تو جو گزرتا تھا رسولِ کریم علیہ الصلٰوۃ والتسلیم مجھ سے دریافت فرماتے تھے کہ مَنْ ھٰذَا یَا بَا ھُرَیْرَۃَ یہ کون ہے اے ابو ہریرہ؟ میں اُن کا نام لے لیتا تھا کہ یہ فلاں ہیں۔ آپ اِرشاد فرماتے تھے اُس پر کوئی نہ کوئی جملہ نِعْمَ عَبْدُ اللّٰہِ ھٰذَا مثلاً کہ یہ اللہ کا اچھا بندہ ہے اِسی طرح سے کسی اَور کا نام لیا تو اُس کے بارے میں اِرشاد فرمایا کہ یہ اچھا آدمی نہیں ہے حتّٰی کہ حضرت خالد ابن الولید رضی اللہ عنہ گزرے پوچھا یہ کون ہیں؟ میں نے کہا یہ خالد ابن الولید ہیں تو آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا نِعْمَ عَبْدُ اللّٰہِ خَالِدُ ابْنُ الْوَلِیْدِ یہ خالد ابن الولید اللہ کے بہت اچھے بندے ہیں اَور یہ فرمایا سَیْفٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ [۱]

---

[۱] مشکوۃ شریف ص۵۸۱

اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں جیسے آتا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جناب رسالتِ مآب ﷺ کے سامنے فرمایا اَسَدٌ مِّنْ اُسُدِ اللّٰہِ ایک صحابی کو، تو اِسی طرح سے سَیْفٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ ۔

ایک تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ دین قائم رکھیں گے اَور اُس میں ہر قسم کے آدمی رہیں گے جو رسول اللہ ﷺ نے دین پہنچایا ہے اُس پر عمل کرنے والے موجود رہیں گے تو ''سیف اللہ'' بھی موجود رہیں گے جیسے ''قاری'' موجود رہتے ہیں ''حافظ'' موجود رہتے ہیں ''عالم'' موجود رہتے ہیں ''عمل'' موجود رہتا ہے اِسی طرح سے وہ تمام چیزیں قائم رہیں گی ضرور اَور اُس کے اَسباب مہیا ہوتے رہیں گے۔ تو معلوم ہوا کہ تلوار ایک نہیں ہے اللہ کی تلواریں بہت سی ہیں جو قائم رہیں گی قیامت تک ''اَسد اللہ'' ایک نہیں ہے بہت سے ہیں جو قیامت تک باقی رہیں گے اَور صحابۂ کرامؓ میں بھی بہت سے ''اَسد اللہ'' تھے اَور ''سیف اللہ'' تھے اِسی لیے سَیْفٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ ارشاد فرمایا، اَب سیف اللہ کا لفظ جو ہے وہ حضرتِ خالد ابن الولید رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ لگ گیا وہ مشہور ہو گئے کیونکہ اِنکے بارے میں تو یقیناً معلوم ہو گیا کہ یہ سَیْفٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بتلا دیا کہ یہ سَیْفٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ ہیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کُھلا خرچ کر ڈالتے تھے :

بعد کے واقعات جو ہیں اُن کے عجیب و غریب ہیں، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اِن پر بہت اعتماد کرتے تھے خرچ کر ڈالنے کی عادت تھی اِن کی۔ اَور خرچ کر ڈالنا ضرورت سے زیادہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پسند نہیں تھا۔ حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ کے واقعات سے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ چاہے حق بن بھی جاتا ہو بیت المال میں پھر بھی لینا زیادہ یہ پسند نہیں تھا اِن کو، اِسی چیز پر کچھ اِختلافِ رائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بھی ہوا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ اُن پر یہ شرط آپ لگا دیں کہ جو بھی کچھ خرچ کریں وہ بتلائیں حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اِس کے بارے میں اُن سے معذرت چاہی اُن سے کہا کہ یہ میں نہیں کر سکوں گا کام، تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اِنہیں اجازت دے دی تو صحابۂ کرام کا حال بہت عجیب تھا جو قیاس سے باہر ہے یہ ذرا سا بھی تبدل تغیر نہیں کر سکتے اللہ تعالیٰ نے اِن کو دین کے محفوظ رکھنے کا ذریعہ بنایا ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جتنی گنجائش دیکھی نرمی کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مزاج میں ذرا سختی تھی وہ کہتے بھی رہے ہیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا تقوی اَور چھان بین، مال کا حساب صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں بھی لیا جاتا تھا :

اَب حضرت معاذ ابنِ جبل رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ نے بھیجا اَور اِس لیے بھیجا کہ اُن کی مالی حالت بہت خراب تھی تو وہ کچھ کام کریں گے تو بیت المال سے اُن کو کچھ معاوضہ مل جائے گا اَور اُس سے اُن کی مالی پریشانیاں دُور ہوجائیں گی، بالکل وفات کے قریب بھیجا اَور یہ بھی فرمادیا لَعَلَّکَ اَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِیْ ھٰذَا وَقَبْرِیْ [۱] شاید اَیسے ہو کہ مسجد اَور قبر میری تمہیں ملے، بہت زیادہ وہ روئے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے فرمادینے پر اُنہیں یقین تھا بہرحال واپس آئے، واپس آئے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پیش کیا جو کچھ لائے تھے اَور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہ یہ وہ چیزیں ہیں جو مجھے وہاں سے اِس طرح سے ملیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ تو ٹھیک نہیں ہے یہ بھی اِنہیں بیت المال میں داخل کردینی چاہئیں اِنہیں لینے کا حق نہیں ہے۔

حضرت معاذ ابنِ جبل رضی اللہ عنہ بھی جلیل القدر صحابی ہیں رسول اللہ ﷺ نے اِن کو فتوے کی، فیصلے کی، اِجتہاد کی اِجازت دی تھی اَعْلَمُھُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ [۲] حلال وحرام میں یہ سب سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں یہ جملہ بھی اِرشاد فرمایا اُن کے بارے میں تو اُنہیں خود بھی تمام باتوں کا احساس تھا لیکن رسول اللہ ﷺ کے اُن کو بھیجنے کی غرض جو تھی وہ مالی اِمداد تھی تو مالی اِمداد جو اُن کو وہاں ملی اُنہوں نے آکر وہ سب حساب بتادیا یہ اَیسے ہے یہ ایسے ہے یہ ایسے ہے۔ تو یہ نہیں ہے کہ اُس کی دلیل نہیں تھی اُن کے پاس، کوئی بے دلیل بات کر رہے تھے یا خیانت کوئی مقصود تھی کسی قسم کی ایسی کوئی چیز نہیں تھی، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نہیں کچھ فرمایا لیکن عمر رضی اللہ عنہ نے اُن سے عرض کیا کہ یہ بھی اِنہیں بیت المال میں داخل کردینا چاہیے اختلافِ رائے کیا اُن سے (حالانکہ) اُن کا اجتہاد اَور آقائے نامدار ﷺ کا بھیجنا وہ (باہم) مطابقت رکھتے تھے اُن باتوں کے ساتھ جو اُن کے لیے خصوصیت سے رسول اللہ ﷺ نے رعایۃً کی تھیں اَور حضرت عمر کی یہ رائے اپنی رائے تھی مگر اُصول کے مطابق تھی جو شریعت نے اُصول اَور قاعدے بنائے ہیں تو بات دونوں کی ہو رہی ہے اَور دونوں کی صحیح ہے (مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات میں احتیاط زیادہ تھی)۔ تاہم فیصلہ یہ ہوا کہ لے جائیں کیونکہ یہ تو ظاہر بات ہے سب کو پتا تھا کہ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا بھیجنا جو تھا وہ اِس لیے تھا۔

---

[۱] مشکوۃ شریف ص۴۴۶ [۲] مشکوۃ شریف ص۵۶۶

ایک خواب اَور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا تقوی :

لیکن حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ جیسے وہ کہیں ڈوب رہے ہیں اَور حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ نے اِنہیں بچایا ہے تو وہ پھر آئے اَور جو حصّہ اِس طرح کا بنتا تھا مال کا جس میں اِختلاف ہوا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات اَور اِختلاف بے دلیل تو نہیں تھا بہرحال اُنہوں نے اُس بات کو اِس خواب کے بعد تسلیم کیا کہ یہ ٹھیک ہے اَور وہ مال بیت المال میں داخل کر دیا۔

تو اَب حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اِنہوں نے تو داخل کر دیا بیت المال میں اَب جناب اِنہیں دے دیں تو ٹھیک ہے، یہ سمجھ میں آتی ہے بات تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہ مال بیت المال میں داخل فرمالیا اُس کے بعد پھر اُن کو ہی دے دیا بطورِ اِنعام یا بطورِ اِمداد جو بھی نیت کی ہو تو اِس کا اختیار ہے خلیفہ کو اَور جس چیز کا اِختیار ہو اُس ذریعے سے کوئی چیز حاصل کی جائے تو وہ دُرست بھی ہوتی ہے جائز بھی ہوتی ہے اَور جس چیز کا اِختیار اِنسان کو خدا نے نہیں دیا وہ جب کرے گا تو ناجائز ہو جائے گی منع ہو جائے گی حتّٰی کہ اپنی جان کے بارے میں بھی یہ جان جو اِنسان اپنی سمجھتا ہے اُسے حق نہیں ہے کہ اِسے مارے خودکشی کرے، اُس کی جان بھی اپنی نہیں تو جہاں تک اللہ نے جواز کر دیا وہاں تک کام کر سکتا ہے ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کا پابند ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو (مختلف معرکوں میں) بھیجا پھر ایک حصّہ آ گیا اَیسا جو عراق کی سمت بنتا تھا اُس طرف بڑھتے چلے گئے خداوندکریم نے ایسا کیا کہ ہر جگہ فتوحات ہوتی چلی گئیں۔

شام کا محاذ اَور حضرت خالد رضی اللہ عنہ :

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دَور آیا ہے تو اُس سے پہلے شام میں لڑائی شروع ہو چکی تھی اَور حضرت ابوعبیدہ ابن جراح رضی اللہ عنہ اَور دُوسرے حضرات اُس طرف جا چکے تھے معلوم ہوا کہ بہت بڑا لشکر جمع کیا گیا ہے تو محاذ رُومیوں نے تین کھولے تھے لیکن اِن حضرات نے مشورہ کیا اَور ہدایت بھیجی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہ تم ایک ہی جگہ لڑو ایک ہی جگہ تیاری کرو تاکہ وہ بھی ایک ہی جگہ آئیں اَور ایک ہی جگہ شکست ہو تو سب جگہ ہو جائے شکست مگر تیاری پوری نہیں تھی تو حضرتِ خالد ابن الولید رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ وہ اِدھر آ جائیں۔

تیز رفتار ڈاک کا نظام :

اَور ڈاک کا سلسلہ جو تھا وہ بہت تیز تھا معلوم ہوتا ہے یہ رفتار نہیں تھی کہ تین دن میں اَڑتالیس میل یہ نہیں تھی رفتار وہ تو ایسے لگتا ہے جیسے پیسنجر ٹرین کی رفتار بنتی ہے یہاں سے ڈیڑھ دِن میں کراچی پہنچ جاتی ہے اِس رفتار سے تقریبًا ڈاک کا اِنتظام رہا ہے ہمیشہ۔

یہی ابوسفیان کا بھی رہا ہے جب اُن کے قافلے پر حملے کے لیے تیاری ہوئی ہے مدینہ طیبہ میں تو اُنہیں پتا بھی چل گیا اُنہوں نے مکہ بھی بھیج دیا آدمی وہاں سے لشکر بھی آ گیا تو ضرورت پڑنے پر اَور رفتار ہوتی تھی اَب غالبًا ایک میل چلنے کے لیے فوج میں دس منٹ دیتے ہیں اَور دَوڑ کے چلنے کے اَور تھوڑے منٹ ہیں اَور سائیکل اُس زمانے میں نہیں تھی اَور چیزیں نہیں تھیں، تھا ہی چلنا پیدل یا سواری اُونٹ کی یا گھوڑے کی ورنہ پیدل تو وہ چلنے کے کافی عادی تھے۔ اُس میں اَیسے ہوا کہ حضرت ابوبکرؓ نے اطلاع بھیجی کہ چلو یہ چلے وہاں عراق سے، پہنچنا اُن کو اِسی جگہ تھا جہاں یہ یرموک کا معرکہ ہوا ہے اُس جگہ پہنچے کے لیے اِنہوں نے سفر کیا ہے دن میں اَور رات بھر بھی کیا اَور اُس میں جو لے کر چل رہا تھا راستہ جاننے والا اُس نے کہا کہ یا تو پہنچ گئے اَور اگر نہ پہنچ سکے تو پھر ایسی جگہ نہیں ہے جہاں پانی وغیرہ ہو پھر گویا اَندیشہ ہے نقصان کا پانی نہ ملے اَور پانی نہ ہو اَور چلنے کی بھی ہمت نہ رہے پھر تو ہلاکت ہی ہے تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ چلتے ہی رہو نہ رُکے نہ رُکنے دیا اَور اُنہوں نے ایک جملہ کہا وہ جملہ پھر ضرب المثل بن گیا عِنْدَ الصَّبَاحِ یَحْمَدُ الْقَوْمُ السُّرْعَۃَ صبح کے وقت لوگ رات بھر چلنے پر خوش ہوتے ہیں اَور اُس کی تعریف کرتے ہیں کہ ہم نے بہت اچھا کام کرلیا کہ ہم چل لیے رات بھر چنانچہ وہاں پہنچ گئے اَور جہاد میں شامل ہو گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کا دورِ خلافت آیا) وہی مالی معاملات آ گئے پھر بُلا بھیجا سوالات کیے اَور اُنہیں کہا کہ میرا کوئی کام آپ کی ذمّہ داری پر نہیں ہوسکتا آئندہ میں آپ کو کسی کام کا ذمّہ دار نہیں بناؤں گا کیونکہ رائے کا اختلاف تھا اِختلاف بھی وجہ سے تھا وجہ اَیسی نہیں تھی جو حرام اَور حلال کا معاملہ ہو حرام اَور حلال کا معاملہ ہوتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ اُس میں کبھی گنجائش نہ دیتے اَور حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی کبھی نہ لیتے اَور اُن کا حال ہمیشہ سے ایسا ہی رہا ہے رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ بھیجا لوگوں کو کہ جائیں وہ اُن سے زکوٰۃ وصول کر کے آئیں، زکوٰۃ وصول کرنے کا طریقہ اُس زکوٰۃ کا چلا آیا ہے جو اموالِ ظاہرہ کی ہے جیسے کسی کی کھیتی یا

باغ یا جانوروں کی پیداوار جانوروں کی تجارت ایسی چیزوں کی۔

زکوۃ کی اَدائیگی، حضرت عباسؓ اور حضرت خالدؓ کی شکایت، نبی علیہ السلام کی طرف سے صفائی :

اُنہوں نے آکر تین آدمیوں کی شکایت کی دواُن میں سے حضرتِ عباس اَور حضرتِ خالد ابن الولید رضی اللہ عنہما تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں تو اِرشاد فرمایا کہ فَاَمَّا عَبَّاسٌ فَعَمُّ رَسُوْلِ اللّٰہِ یہ تو رسول کے چچا ہیں تو اُن کے ذمّہ وہ بھی ہے اَور اُتنی اَور بھی ہے یعنی پیشگی بھی اَگلے سال پیشگی بھی وہ دیں گے وہ تو دے ہی چکے تھے اَور پتا نہیں تھا اِن کو یا دینا طے ہو چکا تھا، اُن کے بارے میں تو رسول اللہ ﷺ نے یہ جواب دیا۔ حضرت خالدؓ کے بارے میں اِرشاد فرمایا کہ اُنہوں نے تو سلاح اَور تمام چیزیں جو اُن کے پاس سامان ہے سب خدا کے لیے وقف کر رکھا ہے یعنی اُن کے پاس جو گھوڑے تھے یا عمدہ قسم کا سامانِ حرب تھا بس وہی تھا اِس سے زیادہ ہے ہی نہیں وَاَمَّا خَالِدٌ فَاِنَّکُمْ تَظْلِمُوْنَ خَالِدًا اور قَدِ احْتَبَسَ اَدْرَاعَہٗ وَ اَعْتُدَہٗ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ [1] اُنہوں نے تو اپنی زِرع اَور سامان جو ہوتا ہے یہ خدا کے لیے وقف ہی کر رکھا ہے تو اُن کے پاس بھی نہیں ہے اَور تیسرے کے بارے میں ابن جمیل تھا اُس کو ناپسند فرمایا کہ اُس کو خدا نے دولت دے دی ہے رسول اللہ ﷺ کی دُعاء کی برکت ہی سے ملی ہے لیکن بخل بھی ساتھ آگیا دولت بھی آگئی بخل بھی آگیا۔

تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ معلوم ہوتا ہے اگر اُدھر سے دیکھا جائے کہ یہ پیسہ رکھنے کے عادی نہیں تھے اَور جب خوش ہوتے تھے کسی سے تو اُسے دے دیتے تھے اَب کوئی شاعر آگیا یا کوئی خطیب آگیا اَور اُس سے کوئی باتیں ہوئیں یا کچھ ہوا تو اُس کو دے دیا اِنعام۔

حضرت عمرؓ کی طرف سے معزولی، حضرت خالدؓ کی اطاعت اَور بے نفسی :

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دَور میں اِن کو معزول کر دیا حضرتِ ابوعبیدہ ابن جراح رضی اللہ عنہ کو اَمیر کر دیا اَور اِن کو بُلا کر اِن سے باتیں کیں اَور آئندہ کے لیے کہہ دیا کہ لَا تَلِیْ اِمَارَۃً میری طرف سے اِمارت کسی چیز کی نہیں ملے گی۔

یہ پھر چلے گئے جہاد میں اُسی دلچسپی سے اَور اُدھر لکھ دیا اُن کو کہ اَمیر یہ نہیں رہیں گے مگر مشورے میں

---

[1] مشکوۃ شریف ص ۱۵۶

یہ رہیں گے شامل ، اَمیر نہیں رہے مگر شوریٰ کے رُکن رہیں گے جہاد کے اَندر۔ اَب اِن میں اگر ذرا بھی نفسانیت ہوتی ایک طرف ہو کر بیٹھ جاتے کہ چلو تم ہی لڑتے رہو یہ تو نہیں تھا وہ تو جہاد تھا خدا کی راہ میں لڑنا اَور خدا کی راہ میں لڑنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ مال کا لالچ ہو اَگر مال کا لالچ ہو تو وہ خدا کی راہ میں نہیں ہے، لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ جو اِس لیے جہاد کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی اَور اُس کے دین کی سر بلندی ہو تو وہ خدا کی راہ میں ہے۔ تو اِن کی اِنتہائی بے نفسی ہے کہ ایک سپاہی ہو کر لڑتے رہے اَور مشورہ نہایت عمدہ دیتے رہے اُس طرح جس طرح خود اپنے لیے کرتے ہوں پھر حضرت عمرؓ نے بُلوا لیا اِن کو کوئی چیز اَور پیش آئی اِن سے باتیں کیں تمام چیزوں کا اِنہوں نے جواب دیا ایک دفعہ مال تھا کچھ زیادہ وہ اِن سے واپس لے لیا کہ یہ دے دو، دُوسری دفعہ بُلایا تو بلا کر باتیں کیں پوچھ گچھ کی اِنہوں نے جواب دیا تو اُنہوں نے کہا کہ آئندہ میری طرف سے تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی لَا يُصِيْبُكَ مِنِّيْ مَكْرُوْهٌ کوئی ایسی چیز کہ جو تمہاری طبیعت کے خلاف ہو میری طرف سے نہیں پہنچے گی لیکن اُس کے بعد اِن کی حیات کم رہ گئی تھی کچھ ہی دنوں بعد یا کچھ مہینوں بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی اَولاد :

ایک بیٹے اِن کے ذکر کیے جاتے ہیں حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی کے جو بڑے بھائی تھے اُنہوں نے کتاب لکھی ہے ''اِشاعتِ اسلام'' یعنی دُنیا میں اِسلام کیونکر پھیلا، نہایت عمدہ کتاب ہے اُس میں تو اُنہوں نے لکھا ہے نرینہ اَولاد نہیں تھی لیکن تاریخ میں ملتا ہے کہ نرینہ اَولاد تھی اُن کا نام تھا عبد الرحمٰن اَور اَور بھی چلی ہوگی اَولاد یا نہیں چلی یہ نہیں معلوم ہو سکا ممکن ہے اَنساب کی کتابوں میں مل جائے، باقی بیٹا تو ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دَور میں اُن کے بعد کے دَور میں اُن کا ذکر ملتا ہے تو حضرتِ خالد رضی اللہ عنہ کی جنابِ رسول اللہ ﷺ نے تعریف فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ اُن سب کی محبت ہمارے دِلوں میں قائم رکھے اَور آخرت میں ہمیں اُن کے ساتھ محشور فرمائے، آمین۔ اِختتامی دُعاء......

علمی مضامین سلسلہ نمبر ۳۹

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

میرا عقیدہ حیات النبی ﷺ

﴿ شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ﴾

باسمہٖ سبحانہٗ و تعالٰی

میرا عقیدہ حیاتِ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں وہی ہے جو اکابر دیوبند کا رہا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ :

(۱) ہمارے اکابر دیوبند کے شیخ المشائخ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کی معروف کتاب ''فُیوض الحرمین'' سے اُن کا عقیدہ واضح ہے۔

(۲) اُن کے بعد شیخ الحدیث اَوّل رُوحِ دارُالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس اللہ سرہ العزیز کی تصنیف ''آبِ حیات'' سے اُن کا عقیدہ ظاہر ہے۔

(۳) مجدد مأتہ حاضرہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز کا عقیدہ اُن کی کتاب '' زُبْدَۃُ الْمَنَاسِكْ '' سے واضح ہے۔

یہ سب بزرگ آنحضرت ﷺ کی ایسی حیات کے قائل تھے جسے دُنیوی برزخی کے اِلفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے (اُور جو کچھ کلمات خطاب وتوسل زُبْدَۃُ الْمَنَاسِكْ میں حضرت گنگوہیؒ نے تحریر فرمائے ہیں وہ شارح

ہدایہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فتح القدیر میں لکھے ہیں)۔(ملاحظہ ہو : **فتح القدیر ج ۲ ص ۳۳۶ المقصد الثالث فی زیارۃ قبر النبی ﷺ**)

(۴) حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حیات النبی ﷺ کے بارے میں ۱۳۲۵ھ میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب خلیفہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ و شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارنپور شارح ابوداؤد ومہاجر مدینہ منورہ رحمۃ اللہ علیہما نے "اَلْمُهَنَّدُ" میں تحریر فرمایا ہے :

السوال : مَاقَوْلُكُمْ فِیْ حَیٰوةِ النَّبِیِّ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فِیْ قَبْرِهِ الشَّرِیْفِ هَلْ ذَالِكَ اَمْرٌ مَّخْصُوْصٌ بِهٖ اَمْ مِثْلُ سَائِرِ الْمُؤْمِنِیْنَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِمْ حَیٰوتُهٗ بَرْزَخِیَّةٌ .

الجواب : عِنْدَنَا وَعِنْدَ مَشَائِخِنَا حَضْرَةُ الرِّسَالَةِ ﷺ حَیٌّ فِیْ قَبْرِهِ الشَّرِیْفِ وَحَیٰوتُهٗ ﷺ دُنْیَوِیَّةٌ مِنْ غَیْرِ تَكْلِیْفٍ وَهِیَ مُخْتَصَّةٌ بِهٖ ﷺ وَبِجَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَیْهِمْ وَالشُّهَدَاءِ . لَابَرْزَخِیَّةٌ كَمَا هِیَ حَاصِلَةٌ لِسَائِرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بَلْ لِجَمِیْعِ النَّاسِ كَمَا نَصَّ عَلَیْهِ الْعَلَّامَةُ السُّیُوْطِیؒ فِیْ رِسَالَتِهٖ " اِنْبَاءُ الْاَذْكِیَاءِ بِحَیٰوةِ الْاَنْبِیَاءِ" حَیْثُ قَالَ قَالَ الشَّیْخُ تَقِیُّ الدِّیْنِ السُّبْكِیُّ حَیٰوةُ الْاَنْبِیَاءِ وَالشُّهَدَاءِ فِی الْقَبْرِ كَحَیَاتِهِمْ فِی الدُّنْیَا وَیَشْهَدُ لَهٗ صَلٰوةُ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ فِیْ قَبْرِهٖ فَاِنَّ الصَّلٰوةَ تَسْتَدْعِیْ جَسَدًا حَیًّا اِلٰی اٰخِرِ مَا قَالَ فَثَبَتَ بِهٰذَا اَنَّ حَیٰوتَهٗ دُنْیَوِیَّةٌ بَرْزَخِیَّةٌ لِكَوْنِهَا فِیْ عَالَمِ الْبَرْزَخِ . وَلِشَیْخِنَا شَمْسِ الْاِسْلَامِ وَالدِّیْنِ مُحَمَّدْ قَاسِمُ الْعُلُوْمِ عَلَی الْمُسْتَفِیْدِیْنَ قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهُ الْعَزِیْزُ فِیْ هٰذَا الْمَبْحَثِ رِسَالَةٌ مُسْتَقِلَّةٌ دَقِیْقَةُ الْمَاٰخَذِ بَدِیْعَةُ الْمَسْلَكِ لَمْ یُرَ مِثْلُهَا قَدْ طُبِعَتْ وَشَاعَتْ فِی النَّاسِ وَاسْمُهَا "اٰبِ حَیَاتْ" اَیْ "مَاءُ الْحَیَاتِ" .

(از عقائد علمائے دیوبند (اَلْمُهَنَّدُ) ص ۲۲۱ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

جس کا ترجمہ یہ ہے :

سوال : آپ حضرات جناب رسول اللہ ﷺ کی قبر میں حیات کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ کیا آپ کو کوئی خاص حیات حاصل ہے یا عام مسلمانوں کی طرح برزخی حیات ہے۔

جواب : ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضورِ اکرم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دُنیا کی سی ہے (یعنی آپ باشعور ہیں) اَلبتہ دُنیا میں جس طرح مکلّف تھے اَب مکلّف نہیں ہیں۔ اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت اور تمام اَنبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ، حیات کی یہ قسم محض برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو جیسا کہ علامہ سیوطیؒ نے اپنے رسالہ ''اِنْبَاءُ الْاَذْکِیَاءِ بِحَیٰوۃِ الْاَنْبِیَاءِ'' میں بتصریح لکھا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ علامہ تقی الدین سبکیؒ نے فرمایا ہے کہ اَنبیاء وشہداء کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسی دُنیا میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اِس کی دلیل ہے کیونکہ نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے الخ۔ پس اِس سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کی حیات دُنیوی ہے اور برزخی ہے [1] کیونکہ یہ عالم برزخ میں جاری اور حاصل ہے اور ہمارے شیخ حضرت محمد قاسم صاحب قدس سرہٗ کا اِس مبحث میں ایک مستقل رسالہ بھی ہے جس کا مأخذ نہایت دقیق ہے اور وہ اَنوکھے طرز کا بے مثل ہے جو طبع ہو کر لوگوں میں شائع ہو چکا ہے اُس کا نام ''آبِ حیات'' ہے۔

☆

''اَلْمُھَنَّدْ'' کے مندرجات کی صحت پر علماء حرمین بلکہ دُنیا بھر کے اَساطینِ اُمت کے دستخط ہیں اور اُس کے مضامین کی تصدیقات وتقاریظ تحریر ہیں۔ سب سے پہلے دستخط حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب اَسیر مالٹا

---

[1] جمہور اہلِ سنت کا حیات النبی کے نام سے جو عقیدہ ہے وہ فقط یہ ہے کہ یہ حیات عالم برزخ میں ہوتی ہے (یعنی رُوح مبارکہ کا اپنے مستقر اَعلیٰ علیین میں رہتے ہوئے جسم مبارک کے ساتھ ایسا قوی ترین تعلق ہو کہ) اُس کے جسمِ مبارک سے قوی ترین تعلق کی بناء پر آپ عالمِ برزخ میں اِس جسمِ مادی کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور قبر مبارک پر جو سلام پڑھا جائے وہ سنتے ہیں (اگرچہ اِس حسّی اور مادی عالم میں وہ ہمیں نماز پڑھتے ہوئے نظر نہ آئیں) اِس لیے یہ کہا جاتا ہے کہ اُن کی حیات دُنیا کی سی ہے۔ عبدالواحد غفرلہٗ (مفتی اعظم پاکستان)

خلیفہ حضرت حاجی اِمداد اللہ صاحب و جانشین حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نور اللہ قبورہم کے ہیں۔ پھر حضرت نانوتوی قدس سرہٗ کے تلمیذِ خاص حضرت مولانا سیّد احمد حسن صاحب اَمروہی رحمۃ اللہ علیہ کے اَور حضرت مفتی عزیز الرحمٰن ؒ مفتی دارُالعلوم دیوبند، حضرت مولانا اَشرف علی تھانویؒ، حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوریؒ خلیفۂ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ، مولانا حکیم محمد حسن صاحب دیوبندیؒ برادر حضرت شیخ الہندؒ، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ وغیرہم علماء بلادِ ہند کی تصدیقات درج ہیں۔ پھر علمائے مکہ مکرمہ کی تصدیقات ہیں پھر علماء و مفتیانِ کرام مدینہ منورہ کی طویل تحریرات و تصدیقات ہیں اَور علماء شام میں علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کی اَولاد میں محمد ابوالخیر ابنِ عابدین کی تصدیق بھی ہے اَور دیگر علماء شام کی بھی، جامع اَزہر اَور مصری علماء کی بھی۔ یہ سب ''اَلْمُھَنَّدْ'' میں ہے ہر شخص دیکھ سکتا ہے۔

(۵) اِن حضرات کے بعد اُستاذنا المحترم شیخ العرب والعجم حضرت مولانا السید حسین احمد المدنی نور اللہ مرقدہٗ جنہوں نے دارُالعلوم دیوبند میں ایک ثُلث صدی درسِ حدیث دیا اپنی کتاب ''نقشِ حیات'' میں یہ مضمون تحریر فرماتے ہیں :

> (علماءِ دیوبند) وفاتِ ظاہری کے بعد اَنبیاء علیہم السلام کی حیاتِ جسمانی اَور بقاءِ علاقہ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجِسْمِ کے مثبت ہیں اَور بڑے زور شور سے اِس پر دلائل قائم کرتے ہوئے متعدد رسائل اِس بارہ میں تصنیف فرما کر شائع کر چکے ہیں۔ رسالہ '' آبِ حیات'' نہایت مبسوط رسالہ خاص اِسی مسئلہ کے لیے لکھا گیا ہے نیز ھَدِیَّۃُ الشِّیْعَۃْ ، اَجْوِبَۃُ اَرْبَعِیْنْ حصہ دوم اَور دیگر رسائل مطبوعہ مصنفہ حضرت نانوتوی قدس اللہ سرہ العزیز اِس مضمون سے بھرے ہوئے ہیں۔ (نقشِ حیات ج ۱ ص ۱۰۳)

غرض اَکابر دیوبند کا جو اہلِ سنت والجماعت حنفی ہیں سب کا یہی عقیدہ چلا آرہا ہے اَور یہی میرا عقیدہ ہے۔

(۶) جناب شیخ محمد بن عبدالوہاب النجدی کے صاحبزادے جناب شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب لکھتے ہیں :

> وَالَّذِیْ نَعْتَقِدُہٗ اَنَّ رُتْبَۃَ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ ﷺ اَعْلٰی مَرَاتِبِ الْمَخْلُوْقِیْنَ عَلَی الْاِطْلَاقِ وَاَنَّہٗ حَیٌّ فِیْ قَبْرِہٖ حَیَاۃً بَرْزَخِیَّۃً اَبْلَغُ مِنْ حَیَاۃِ الشُّھَدَاءِ الْمَنْصُوْصِ

عَلَیْهَا فِی التَّنْزِیْلِ اِذْ هُوَ اَفْضَلُ مِنْهُمْ بِلَارَیْبٍ وَاَنَّهٗ یَسْمَعُ سَلَامَ الْمُسَلِّمِ عَلَیْهِ. (رِسَالَةُ الشَّیْخِ عَبْدُ اللّٰهِ ص ۴۱)

''اور جو ہم اعتقاد رکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کا مرتبہ تمام مخلوقات سے علی الاطلاق اعلیٰ ترین رُتبہ ہے اور یہ کہ آنحضرت ﷺ کو اپنی قبر مبارک میں برزخی حیات حاصل ہے جو شہداء کی حیات سے بڑھ کر ہے جسے قرآنِ پاک میں بیان فرمایا گیا ہے کیونکہ آپ شہداء سے بِلا شبہ اَفضل ہیں اور یہ عقیدہ ہے کہ آپ سلام کرنے والے کا سلام سُنتے ہیں۔'' (رسالہ شیخ عبداللہؒ ص ۴۱)

شیخ عبداللہ نے '' اَبْلَغُ مِنْ حَیَاةِ الشُّهَدَاءِ '' کا جملہ اِستعمال کیا ہے جیسے کہ سمجھانے کے لیے '' اَلْمُهَنَّدْ '' وغیرہ میں بھی حیاتِ دُنیویہ کے اِلفاظ لکھے گئے ہیں۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہم نے اپنے ایک مضمون میں اِس رسالہ کے اِقتباسات دِیے ہیں پھر یہ مضمون دارُالعلوم دیوبند کے پندرہ روزہ عربی رسالہ ''الداعی'' میں بِالاقساط شائع ہوا۔ مذکورہ بالا عبارت الداعی ۲۵ر جنوری ۱۹۷۸ء کے شمارہ سے لی گئی ہے۔

بہرحال یہی وہ مسلک ہے جس پر علماءِ اُمت کا اِتفاق چلا آرہا ہے۔

نوٹ : یہ اَمر بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ ابن تیمیہؒ علی الاطلاق سِماعِ موتٰی کے قائل تھے اور اِنتقال یا دفن کے بعد میت کو تلقین کرنے سے بھی منع نہ کرتے تھے، وہ لکھتے ہیں :

وَقَدْ ثَبَتَ فِی الصَّحِیْحَیْنِ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لَقِّنُوْا مَوْتَاکُمْ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَتَلْقِیْنُ الْمَیِّتِ سُنَّةٌ مَامُوْرٌبِهَا. وَقَدْ ثَبَتَ اَنَّ الْمَقْبُوْرَ یُسْأَلُ وَیُمْتَحَنُ وَاَنَّهٗ یُؤْمَرُ بِالدُّعَاءِ لَهٗ فَلِهٰذَا قِیْلَ اِنَّ التَّلْقِیْنَ یَنْفَعُهٗ فَاِنَّ الْمَیِّتَ یَسْمَعُ النِّدَاءَ کَمَا ثَبَتَ فِی الصَّحِیْحِ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ " اِنَّهٗ لَیَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ" وَاَنَّهٗ قَالَ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْهُمْ وَاَنَّهٗ اَمَرَنَا بِالسَّلَامِ عَلَی الْمَوْتٰی فَقَالَ مَا مِنْ رَجُلٍ یَمُرُّ بِقَبْرِ الرَّجُلِ کَانَ یَعْرِفُهٗ فِی الدُّنْیَا فَیُسَلِّمُ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَیْهِ رُوْحَهٗ حَتّٰی یَرُدَّ عَلَیْهِ السَّلَامَ . (فتاوٰی ابنِ تیمیہ ج۱ ص ۲۸۹)

''بخاری اَور مسلم شریف میں یہ حدیث صحیح آئی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا اپنے مُردوں کو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی تلقین کیا کرو لہٰذا میت کی تلقین سنت ہے جس کا حکم دیا گیا ہے اَور یہ بھی ثابت ہے کہ قبر میں تدفین کے بعد میت سے سوال ہوتا ہے اُس کا اِمتحان ہوتا ہے اَور یہ ہے کہ اِس کے لیے دُعا کے واسطے کہنا چاہیے۔ اِسی لیے کہا گیا ہے کہ تلقین میت کو فائدہ پہنچاتی ہے کیونکہ میت آواز سنتا ہے جیسا کہ صحیح روایت (بخاری) میں آیا ہے کہ وہ بلا شبہ اُن کے جوتوں کی چاپ (اپنی قبر میں سے) سُنتا ہے اَور جناب رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا ہے کہ میں جو کچھ اِن (بدر میں تین روز قبل ویران کنویں میں ڈالے گئے مقتول کافروں) سے کہہ رہا ہوں وہ تم اِن سے زیادہ نہیں سُن رہے۔ اَور آپ نے ہمیں مُردوں کو سلام کرنے کا حکم دیا ہے اَور فرمایا ہے کہ جو کوئی آدمی کسی قبر کے پاس سے گزرتا ہے اَور صاحبِ قبر کو سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ (قبر میں) اُس پر اُس کی رُوح لوٹا دیتے ہیں حتّٰی کہ وہ اُس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔''

لیکن ابن تیمیہؒ سِماعِ موتٰی کے اِسی حد تک قائل ہیں جتنا حدیث شریف میں بتلایا گیا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ

کتبہ

(۱) سیّد حامد میاں غفرلہٗ ۲۳رذی الحجہ ۱۴۰۰ھ/۲رنومبر ۱۹۸۰ء یکشنبہ

(۲) عبدالحمید غفرلہٗ مدرس جامعہ مدنیہ لاہور و فاضلِ دارُ العلوم دیو بند

(۳) محمد کریم اللہ غفرلہٗ مدرس جامعہ مدنیہ و فاضلِ دارُ العلوم دیو بند

(۴) ظہور الحق مدرس جامعہ مدنیہ

(۵) عبدالرشید عفی عنہ مدرس جامعہ مدنیہ

ضمیمہ : بجواب مولانا نصیب اللہ خان صاحب سواتی
وارِدحال گوجرانوالہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آپ نے جو مسئلہ دریافت فرمایا ہے وہ آج کل پھر اُٹھا ہوا ہے۔علماءِ کرام نے دو بحثیں جدا جدا کردی ہیں ایک کا تعلق اَنبیاء کرام سے ہے اَور دُوسری کا تعلق غیر اَنبیاء سے ہے۔

جنگِ بدر کے بعد جناب رسول اللہ ﷺ نے مُردہ کافروں سے خطاب فرمایا ہے یہ روایت بخاری شریف میں ہے۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اِس سے سِماعِ موتٰی کے ثبوت پر اِستدلال فرماتے تھے اَور حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا نفی فرماتی تھیں اَور اُن کا اِستدلال اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی سے تھا۔

جب دو صحابیوں کا اِختلاف ہوا تو اِن میں سے جس کے قول کو بھی کوئی اِختیار کرے باطل نہ ہوگا ٹھیک ہوگا۔(دُوسری طرف سِماعِ موتٰی کے قائل حضرات اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی سے سِماعِ موتٰی ثابت کرتے ہیں جیسا کہ رسائل میں لکھا گیا ہے۔

اَنبیاء کی خصوصیت :

لیکن اَنبیاءِ کرام کی خصوصیت اَلگ اَحادیث سے ثابت ہے مثلاً یہ ہے کہ توجہ الی اللہ بدرجۂ کمال مع شعور بعد الوفات بھی جاری رہتی ہے اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِھِمْ یُصَلُّوْنَ . اَنبیاء کرام زندہ ہیں وہ اپنی قبروں میں حالتِ نماز میں (مناجات رب میں) مصروف رہتے ہیں۔شبِ معراج حضرت آدم حضرت موسٰی حضرت ابراہیم اَور دیگر اَنبیاء کرام (علیہم السلام) کی گفتگو اَور بعض کے کام بھی صحیحین میں موجود ہیں۔یہ روایتیں اِس بات کی واضح دلیل ہیں کہ اَنبیاء کرام کا حال وفات کے بعد غیر اَنبیاء سے مختلف ہوتا ہے۔

موت کیا ہے،موت اَور نیند میں فرق :

''موت'' نام ہے جسم سے رُوح کا اِس طرح منفصل ہوجانے کا کہ دوبارہ اِس کا تعلق بالجسم قیامت سے پہلے اَیسا نہ ہوسکے جیسے اِس انفصال سے پہلے تھا اگر اَیسا تعلق دوبارہ ہوجائے تو اِس اِنفصال کو ''نیند'' کہا جائے گا۔اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْھَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰی اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی (پ۲۴) ورنہ وفات اَور موت کہا جائے گا۔

اَور اِس معنی میں وفاتِ اَنبیاء کا کوئی بھی اِنکار نہیں کرتا ورنہ اَنبیاء کرام کی تدفین جائز نہ ہوتی حالانکہ تدفین کی گئی ہے یہی اِنَّکَ مَیِّتٌ اَور قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ میں مراد ہے۔

اَور لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْبَعْضَ یَوْمٍ فرمانے میں حضرتِ عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو محسوس کیا وہی بتلایا اَور جو محسوس کیا وہ صحیح تھا کیونکہ موت کے بعد رُوح کا تعلق ایک اَور عالم سے ہو جاتا ہے وہاں زمانہ کا پیمانہ یہی ہے اِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (وہاں کا) ایک دِن (یہاں کے) ایک ہزار سال کا ہوا تو سو سال ایک دِن کا کچھ حصہ ہی ہوں گے۔ آئنسٹائن کی حسابی تحقیق بھی یہ تھی کہ دُوسرے کُروں پر زمانہ کا اِتنا زیادہ فرق ہے کہ اگر کبھی اہل زمین دُوسرے کروں پر جائیں تو اُنہیں اپنے دوستوں سے مل کر جانا چاہیے کیونکہ دُوسرے کرے میں وہ بہت تھوڑا عرصہ گزار کر جب واپس آئیں گے تو دُنیا میں ستر سال گزر چکے ہوں گے اَور دوست مر چکے ہوں گے۔ اَب جس عالم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں وہاں بھی اِسی قدر تفاوت زمانہ و کیفیات ہے وہ حمام سے غسل کر کے نکلے تھے واقعہ معراج تک اُن کی ایسی ہی حالت تھی کَاَنَّمَا خَرَجَ مِنْ دِیْمَاسٍ اَور یَقْطُرُ رَأْسُهٗ مَاءً سر سے پانی کے قطرات ٹپکتے جیسے لگ رہے تھے اَور دُنیا میں دوبارہ آنے کے وقت بھی یہی حال بتلایا گیا ہے۔ اِس لیے حضرت عزیر علیہ السلام کے اِس جواب سے یہ اِستدلال تو کیا جا سکتا ہے کہ اُنہیں زمانہ گزرنے کا احساس نہیں ہوا یا اُس عالم کے زمانے کا پیمانہ اَور ہے (مگر) عدمِ سماع کا اِستدلال نہیں کیا جا سکتا۔

میرے پاس وقت نہیں ہوتا اِس لیے معذرت کے ساتھ اِسی قدر پر اِکتفاء کرتا ہوں۔ عنایت اللہ شاہ صاحب مقلد نہیں ہیں جو غیر مقلد ہو وہ خود کو مجتہد مانتا ہے ممکن ہے کہ وہ خود ہی کسی وقت بدل جائیں۔

والسلام

حامد میاں غفرلہٗ

۳؍صفر ۱۴۰۲ھ/ یکم دسمبر ۱۹۸۱ء سہ شنبہ

قسط : ۲

اَنفاسِ قدسیہ

قطبِ عالم شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنی ؒ کی خصوصیات

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب ؒ بجنوری
فاضل دارُ العلوم دیوبند و خلیفہ مجاز حضرت مدنی ؒ

عالمانہ خصوصیات :

جب آپ فارغ التحصیل ہوگئے تو حضرت شیخ الہند ؒ نے آپ کو اپنے بھائی کے ہمراہ گنگوہ شریف بھیج کر حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی ؒ سے بیعت کرا دیا، وہاں سے فارغ ہو کر آپ دیو بند ہوتے ہوئے مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہونے والے تھے تو دیوبند اسٹیشن پر آپ کو اَور آپ کے بڑے بھائی مولانا محمد صدیق صاحب کو رُخصت کرنے کے لیے دارُ العلوم کے طلباء کے ایک بڑے، ہجوم کے ساتھ اسٹیشن تک پیدل حضرت شیخ الہند ؒ بھی تشریف لائے اَور راستے بھر پند و نصائح فرماتے رہے۔ اِرشاد فرمایا کہ دیکھنا پڑھانا نہ چھوڑنا چاہے دو تین ہی طالب علم کیوں نہ ہوں [1]۔ اِس پُر کیف اَور محبت آمیز منظر کو مندرجہ ذیل واقعہ کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیے :

''حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ یمن کا عامل بنا کر بھیج رہے ہیں رُخصت کے لیے مدینہ منورہ سے باہر تشریف لاتے ہیں، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سوار ہیں اَور سرکارِ دو عالم ﷺ پیدل تشریف لے چل رہے ہیں اَور نصیحت فرمارہے ہیں : اَے معاذ یہ کرنا، اَے معاذ وہ کرنا۔''

اَکابر اَور بزرگوں اَور اَساتذہ کی توجہات اَور دُعاؤں کا یہ اَثر ہوا کہ جب مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئے تو حالتِ سفر میں آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا چنانچہ نقشِ حیات میں تحریر فرماتے ہیں :

---

[1] اہلِ حق کی من جملہ خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ علم نبوت کی اِشاعت فرماتے ہیں، مشائخ دیوبند کا طرۂ اِمتیاز بھی یہی ہے۔

''مکہ معظّمہ سے روانہ ہونے کے بعد چوتھے روز جبکہ قضیمہ سے رابغ کو قافلہ جارہا تھا رات میں اُونٹ پر سوتے ہوئے خواب میں دیکھا کہ جنابِ سرورِ کائنات علیہ الصلوۃ والسلام تشریف لائے ہیں۔ میں قدموں پر گر گیا، آپ نے میرا سر اُٹھا کر فرمایا کیا مانگتا ہے۔ میں نے عرض کیا جو کتابیں میں پڑھ چکا ہوں وہ یاد ہو جائیں اَور جو نہیں پڑھی ہیں اُن کے سمجھنے کی قوت پیدا ہو جائے۔'' (نقشِ حیات ص ۱۹۰ ج ۱)

نقشِ حیات کی خواب نمبر ۵ میں بیان فرماتے ہوئے تحریر فرمایا ہے :

''حضور ﷺ نے چار چیزیں مجھے عنایت فرمائی ہیں اُن میں سے ایک علم ہے۔''

اِن خوابوں کو مندرجہ ذیل حدیث کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیے :

مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ بِیْ .

''جس نے مجھے خواب میں دیکھا اُس نے مجھے ہی دیکھا اِس لیے کہ شیطان میری صورت نہیں بن سکتا۔''

مذکورہ خواب اَور حدیث کی موجودگی میں حضرتؒ کی علمیت پر مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ آپ نے اُٹھارہ[1] سال تک حرم نبوی میں صاحبِ کتاب وسنت کے زیرِ نظر رہ کر علم کے وہ دریا بہائے کہ جس کی وجہ سے پرانے حلقہ ہائے درس ٹوٹنے لگے۔ معاصرین کو رشک ہونے لگا، چہار دانگِ عالم میں آپ کے علم کا شہرہ ہو گیا اَور آپ عرب ہی میں نہیں بلکہ عجم میں بھی ''شیخ الحرم نبوی'' کے نام سے مشہور ہو گئے۔

نقشِ حیات میں راقم ہیں :

''علوم میں جدو جہد کرنے والے طلباء کا ہجوم اِس قدر رہا کہ اَور علماء و مدرسین کے حلقہ ہائے درس میں اِس کی مثال نہیں تھی۔ عوام کے اجتماع سے بعض بعض حلقے بڑے بڑے ہوتے تھے مگر پڑھنے والے اَور جدو جہد علمی کرنے والے اَوروں کے یہاں کم تھے اَور میرے یہاں حال برعکس تھا۔ عوام کو اِس وجہ سے دلچسپی نہ ہوتی تھی کہ علمی اَبحاث اُن کی سمجھ میں آنی دُشوار ہوتی تھیں۔ بعض بعض علماء ایسے بھی تھے کہ اُن کے یہاں پہلے پہل

---

[1] بعض روایتوں سے ۱۴ سال معلوم ہوئے ہیں۔

رجوع بہت زیادہ تھا مگر بعد میں کم ہو گیا اَور اُن کے یہاں کے طلباء بھی میرے یہاں آنے لگے۔ یہ سب برکتیں اُن ذواتِ مقدسہ کی تھیں جن کی جوتیاں اُٹھانے کا شرف بہ عنایتِ اِیزدی حاصل ہوا تھا الخ۔'' (نقشِ حیات ص ۱۱۵ ج ۱)

اِس خداداد شہرت اَور قابلیت کی بناء پر آپ کے معاصرین بھی آپ کی علمی لیاقت کے معترف تھے چنانچہ مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی باوجود اِختلاف نظریہ [۱] کے تذکرۃ الرشید میں آپ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں :

''دستارِ خلافت امام ربانی قدس سرہٗ کی قولی و فعلی خلافت کے مجموعہ کے مثال میں آپ کے خلفاء کے اَندر صرف یہی دو حضرات (مولانا محمد صدیق صاحب اَور شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد صاحب) پیش کیے جا سکتے ہیں جن کے کمالاتِ علمیہ و عملیہ اِسی سے ظاہر ہیں کہ مدنی ؒ مہاجر اَور بطحائی پیغمبر ﷺ کے پڑوسی ہیں۔ مولانا حسین احمد صاحب ؒ کا درس بحمد اللہ حرم نبوی میں بہت عروج پر ہے اَور عزت و جاہ بھی حق تعالیٰ نے وہ عطاء فرمایا ہے کہ ہندی علماء کو کو کیا معنی، یمنی اَور شامی بلکہ مدنی علماء کو بھی وہ بات حاصل نہیں ہے۔ آپ سرتا پا خلق، مہمان نواز، غیور، باحیاء اَور بعض اُن صفاتِ حمیدہ سے متصف ہیں جن پر دیکھنے والوں کو حیرت ہوتی ہے۔'' (تذکرۃ الرشید ص ۱۰۹ ج ۲)

یوں عالم ہونا اَور علوم و فنون میں کمالات حاصل کرنا تو کچھ دُشوار نہیں اگر کوشش کی جائے تو بفضلہٖ ایزدی آج بھی حافظ ابن حجر ؒ امام ابن ہمام ؒ ہو سکتے ہیں کیونکہ علم کا دروازہ بند نہیں ہے اَور نہ کسی خاص طبقہ کے لیے مخصوص ہی ہے لیکن شرط یہ ہے جتنا علم حاصل کیا جائے اُس پر عمل بھی کیا جائے تو علوم کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، حدیث شریف میں مذکور ہے :

مَنْ عَمِلَ مَا یَعْلَمُ عَلَّمَہُ اللّٰہُ مَالَمْ یَعْلَمْ .

''جس نے اپنے علم پر عمل کیا اُس کو وہ علم عنایت ہوتا ہے جو نہیں جانتا تھا۔''

---

[۱] مولانا عاشق الٰہی صاحب ؒ میرٹھی کو اِن ہی الفاظ سے مولانا محمد میاں صاحب ؒ نے اپنی کتاب حیات شیخ الاسلام میں لکھا ہے۔

حضرت شیخ ؒ کے اَندر یہی خصوصیت تھی۔ اِس معاملہ میں آپ کے معاصرین بھی معترف ہیں۔ حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی ؒ نے دارُالعلوم دیو بند کی ایک مجلس میں آپ کو صدر المدرسین کے بجائے ''صدر القلوب'' کے خطاب سے یاد کیا تھا۔

بقول امام شافعیؒ اِشتغالِ علم افضل اعمال میں سے ہے [۱] کیونکہ اِس سے جہاں معلومات میں اضافہ ہوتا ہے وہاں تزکیہ نفس اَور تصفیہ قلب بھی ہوتا ہے۔ اِن دونوں چیزوں کے حاصل ہونے کے بعد زبان پر وہ حقائق اَور معارف آتے ہیں جو عین قرآن اَور احادیث کے مطابق ہوتے ہیں اَور تلاش کرنے پر بڑی بڑی مستند کتابوں میں ملتے ہیں۔ میری ملاقات ایسے اَتقیاء اَور صلحاء سے ہوتی رہی ہے کہ جن کو کتاب اَور قلم سے دُور کا واسطہ بھی نہ تھا لیکن اُن کی زبان پر حکمت آمیز کلمات جاری ہوتے تھے، یہ صرف شریعت پر عمل کرنے کا طفیل ہے۔

میرا یہ بھی مشاہدہ تجربہ ہے کہ کتاب وقلم سے تعلق کے باوجود اَور عمل سے بیگانگی اختیار کرنے پر سلب علم اَور سلبِ ایمان تک دیکھنے میں آیا ہے، ایسے اشخاص کو میں نے شیطان کا نمائندہ پایا ہے بلکہ اِس سے کچھ زیادہ، اِس لیے میری رائے یہ ہے کہ اِشتغالِ علمی کے ذریعہ بھی سلوک کے مدارج طے کرائے جاسکتے ہیں جس سے ملکۂ یادداشت اَور نسبت الی اللہ حاصل ہوسکتی ہے۔

میرا یہ بھی مشاہدہ تجربہ ہے کہ کتاب وقلم سے تعلق کے باوجود اَور عمل سے بیگانگی اختیار کرنے پر سلب علم اَور سلبِ ایمان تک دیکھنے میں آیا ہے، ایسے اشخاص کو میں نے شیطان کا نمائندہ پایا ہے بلکہ اِس سے کچھ زیادہ، اِس لیے میری رائے یہ ہے کہ اِشتغالِ علمی کے ذریعہ بھی سلوک کے مدارج طے کرائے جاسکتے ہیں جس سے ملکۂ یادداشت اَور نسبت الی اللہ حاصل ہوسکتی ہے۔

دارُالعلوم دیو بند کی صدر نشینی :

دُنیا کے تمام علمی مراکز میں سے دارالعلوم دیو بند ہی کو یہ اِمتیاز حاصل تھا کہ اِس کی صدر نشینی کے لیے منجاب اللہ علم وعمل کے شمس وقمر منتخب ہوتے رہے کہ جن کی علمی و رُوحانی ضیاء پاشیوں نے اَطرافِ عالم کو منور کیا ہے چنانچہ سب سے پہلے صدر مدرس حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ جو اپنے زمانے میں جبل العلم اَور

---

[۱] مقدمہ مسلم شریف اَز اِمام نو ویؒ، بستان ابو اللیث سمرقندیؒ

قطبِ عالم [۱] تھے منتخب ہوئے اُن کے بعد حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ، اُن کے بعد حضرت مولانا سیّد محمد اَنور شاہ کشمیریؒ منتخب ہوئے ، اُن کے بعد حضرت شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنیؒ کو اللہ تعالیٰ نے دارُالعلوم کی صدارت کے لیے منتخب کیا چنانچہ حضرت مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارُالعلوم دیوبند مقدمہ مکتوبات شیخ الاسلام میں تحریر فرماتے ہیں :

''آپ کی مرکزی شخصیت اِس وقت دارُالعلوم کے جس عہدہ پر فائز ہے وہ روایتی طور پر محض مدرسی یا صدر مدرسی کا عہدہ نہیں بلکہ ہمیشہ ایک عمومی مقتدایت کا عہدہ رہا ہے جس کی طرف رجوع عام ہوتا ہے اَور جس کے لیے من جانب اللہ ہمیشہ اَیسی ہی ممتاز شخصیتیں منتخب ہوتی رہی ہیں۔ اِمتیاز ہمیشہ مناسب وقت فضائل و کمالات کے معیار سے رہتا آیا ہے الخ۔'' (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱ ص ۵۴)

حضرت مہتمم صاحبؒ کے اِرشاد کا ایک پس منظر ہے۔ مدینہ منورہ اَور دارُالعلوم دیوبند کے قیام کے زمانہ میں رجوعِ عام کا یہ حال تھا کہ آپ حضور ﷺ کے مندرجہ ذیل اِرشادِ گرامی کے مصداق بن گئے تھے۔

يُوْشِكُ اَنْ يَّضْرِبَ النَّاسُ اَكْبَادَ الْاِبِلِ يَطْلُبُوْنَ الْعِلْمَ فَلَا يَجِدُوْنَ اَعْلَمَ مِنْ عَالِمِ الْمَدِيْنَةِ. الحديث (رواه مالك والترمذی)

''عنقریب لوگ دُور دراز سے سفر کر کے علم حاصل کرنے کے لیے آئیں گے پس وہ عالمِ مدینہ سے بڑھ کر کسی کو عالم نہ پائیں گے۔''

مذکورہ حدیث کا مصداق [۲] عبدالرزاق، سفیان اَور ابن مہدی امام مالکؒ کو بتلاتے ہیں لیکن میں

---

[۱] آپ نانوتہ میں پیدا ہوئے اَور وہیں مدفون ہیں پہلے اَجمیر شریف میں اِنسپکٹر مدارس تھے وہاں سے استعفٰی دے کر دیوبند کے اِسلامیہ مدرسہ میں (جواَب دارُالعلوم ہے) میں دس روپے کے ملازم ہوگئے، حضرت مولانا مملوک علیؒ کے عزیز اَور شاگرد ہیں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ اَور حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے ساتھی اَور حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کے خلیفہ، آپ کے خصوصی شاگردوں میں حضرت شیخ الہندؒ اَور حضرت تھانویؒ ہیں۔

[۲] ہم نے حدیث کا مرجع مقرر نہیں کیا لیکن حدیث کے مفہوم کو ایک جامع کمالات شخصیت پر منطبق کیا ہے اَور اِس میں کوئی اِستحالہ نہیں کہ ایک مفہوم میں بہت سے اَفراد شامل ہوسکتے ہیں۔

کہتا ہوں کہ اُن حضرات کا قول بہ سروچشم، حضرت شیخ الاسلامؒ بھی اِس حدیث کا مصداق ہیں اَور یہ حقیقت ہے محض عقیدت نہیں کہ حدیث لَوْ کَانَ الدِّیْنُ عِنْدَ الثُّرَیَّا کا اَوّلاً مصداق سلمان فارسیؓ اَور ثانیاً حضرت امام ابوحنیفہؒ ہیں تو اِس مفہوم کلی میں اَور دیگر اَفراد بھی داخل ہو سکتے ہیں۔ اِسی طرح اگر ہم اِس حدیث کا مصداق حضرت شیخ الاسلامؒ کو قرار دیں تو ہمارے نزدیک مضائقہ نہیں ہے اِس وجہ سے ہمارے نزدیک الفرقان کی تنقید قابلِ اعتناء نہیں ہے بلکہ وہ تنقید سطحی ہے۔

وَیُذْکَرُ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ مَرَّ یَوْمًا فِی السُّوْقِ عَلَی الْمُشْتَغِلِیْنَ بِتِجَارَاتِھِمْ فَقَالَ اَنْتُمْ ھٰھُنَا وَمِیْرَاثُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ یُقْسَمُ فِی الْمَسْجِدِ فَقَامُوْا سِرَاعًا فَلَمْ یَجِدُوْا فِیْهِ اِلَّا الْقُرْاٰنَ اَوِالذِّکْرَ اَوْ مَجَالِسَ الْعِلْمِ فَقَالَ اَیْنَ مَاقُلْتَ یَااَبَاھُرَیْرَةَؓ فَقَالَ ھٰذَا مِیْرَاثُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ یُقْسَمُ بَیْنَ وَرَثَتِهٖ وَلَیْسَ مَوَارِیْثُهٗ دُنْیَاکُمْ .

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ ایک دِن بازار میں تاجروں کے قریب ہو کر گزرے جو اپنے کاروبار میں مشغول تھے اَور فرمایا کہ تم یہاں ہو اَور مسجد میں حضور ﷺ کی میراث تقسیم ہو رہی ہے چنانچہ سب دوڑے ہوئے آئے اَور مسجد میں سوائے قرآن یا ذکر اَور مجالسِ علم کے کچھ نہ پایا۔ تو کہا اے ابوہریرہؓ جس چیز کو تم نے کہا تھا وہ کہاں ہے؟ تب ابوہریرہؓ نے فرمایا یہی تو حضور ﷺ کی میراث ہے جو اُن کے وارِثوں کے درمیان تقسیم ہو رہی ہے حضور ﷺ کی میراث تمہاری دُنیا نہیں ہے۔''

چنانچہ حضرت شیخ الاسلامؒ مسجد نبوی اَور دارُالعلوم دیوبند میں علم و عرفان کی ایک عرصہ تک بارش برساتے رہے۔ اَطراف و اَکنافِ عالم سے علوم و عرفان کے پیاسے آتے تھے اَور مدنی سمندر سے سیراب ہو کر جاتے تھے۔ حضرتؒ کا تجرعلمی کسی شہادت کا محتاج نہیں ہے آپ کی قابلیت اَور کمالِ علمی کَالشَّمْسِ فِیْ نِصْفِ النَّھَارِ کا صحیح مصداق ہے، علاوہ درسِ نظامی کے وہ کتابیں برسوں حرم نبوی میں آپ نے پڑھائی ہیں جن کے نام بھی بہت سے علماء نہیں جانتے، ہر فن کی چھوٹی سی چھوٹی اَور بڑی سی بڑی کتاب آپ کو بخوبی یاد تھی۔

چنانچہ ایک طالب علم کے سوال کا جواب دیتے ہوئے میزان الصرف کی مندرجہ ذیل عبارت پڑھ کر سنادی :

''بداں۔ اَسْعَدَکَ اللّٰہُ فِی الدَّارَیْنِ کہ جملہ افعال متصرفہ واَسماء متمکنہ اَزرُوئے ترکیب حروفِ اَصلی بردو گونہ اَست۔''

علماء جانتے ہیں کہ ایک عالم اَور مدرسِ اعلیٰ کے لیے اِتنی چھوٹی کتاب کی عبارت حرف بحرف یاد رکھنا کتنا مشکل کام ہے۔ میرے نزدیک حق تدریس یہی ہے کہ اُستاذ پڑھاتے ہوئے طالب علم کی پڑھی ہوئی کتابوں کی طرف اُس کو توجہ دِلا دے، چھوٹی کتاب پڑھاتے وقت بڑی کتاب کا حوالہ حق تدریس کے خلاف ہے اَور بے فائدہ ہے۔ حدیث، تفسیر، فقہ، اُصولِ فقہ، اَسماء الرجال، صرف ونحو، معانی و بیان، منطق وفلسفہ اَور ہیئت میں آپ کو مہارتِ تامہ حاصل تھی۔ نیز تاریخ دانی میں بھی آپ کا پایہ بہت بلند تھا۔ جنگِ آزادی کے سلسلہ میں آپ کو اَنگریزوں کے خلاف کافی تاریخی معلومات تھیں اَور آپ درس دیتے ہوئے اَور تقریر کرتے ہوئے بہت تاریخی حوالے دیا کرتے تھے۔ (جاری ہے)

شبِ قدر کی دُعاء

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ شبِ قدر کون سی ہے تو (اُس رات) میں کیا دُعا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا (دُعا میں) یوں کہنا :

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ

اے اللہ ! تو معاف کرنے والا ہے معافی کو پسند فرماتا ہے لہٰذا مجھے معاف فرمادے

قسط : ۱۹

تربیتِ اَولاد

﴿ اَزافادات : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ ﴾

زیرِنظر رسالہ ''تربیتِ اولاد'' حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے افادات کا مرتب مجموعہ ہے جس میں عقل ونقل اور تجربہ کی روشنی میں اَولاد کے ہونے، نہ ہونے، ہوکر مرجانے اور حالتِ حمل اور پیدائش سے لے کر زمانۂ بلوغ تک رُوحانی وجسمانی تعلیم وتربیت کے اِسلامی طریقے اورشرعی احکام بتلائے گئے ہیں۔ پیدائش کے بعد پیش آنے والے معاملات، عقیقہ، ختنہ وغیرہ اُمور تفصیل کے ساتھ ذکر کیے گئے ہیں، مرد عورت کے لیے ماں باپ بننے سے پہلے اور اُس کے بعد اِس کا مطالعہ اولاد کی صحیح رہنمائی کے لیے انشاء اللہ مفید ہوگا۔ اِس کے مطابق عمل کرنے سے اَولاد نہ صرف دُنیا میں آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگی بلکہ ذخیرۂ آخرت بھی ثابت ہوگی اِنشاء اللہ۔ اللہ پاک زائد سے زائد مسلمانوں کو اِس سے استفادہ کی توفیق نصیب فرمائے۔

سات ہی برس میں نماز پڑھنے کی عادت ڈالوانا چاہیے :

ایک مرتبہ مجھے خیال ہوا کہ حدیث میں جو آیا ہے **مُرُوْا صِبْیَانَکُمْ بِالصَّلٰوۃِ اِذَا بَلَغُوْا سَبْعًا** (جب بچے سات برس کے ہوجائیں تو اُن کو نماز کا حکم دو) اِس حکم میں **سَبْعًا** (سات برس) کی قید آسانی کے لیے لگادی ہے ورنہ یہ قید ضروری نہیں بلکہ بچہ ہوش والا ہوجائے اُس کو نماز پڑھوانا چاہیے اگرچہ سات سال سے کم ہو۔ یہ خیال کر کے میں نے مدرسہ میں حافظ صاحب سے جو بچوں کو پڑھاتے ہیں اُن سے کہا کہ سب لڑکوں سے نماز پڑھوائی جائے خواہ اُن کی عمر سات برس ہو یا اِس سے کچھ کم چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ نماز کے بعد معلوم ہوا کہ ایک لڑکے نے جس کی عمر سات برس سے کم تھی اُس نے جائے نماز پر پیشاب کردیا۔ اُس وقت سات سال کی تشریع (قید) کی حکمت معلوم ہوئی اَور یہ سمجھ میں آیا کہ اِس سے پہلے اَچھے برے کی تمیز نہیں ہوتی۔ واقعی شرعی احکام ایسے ہیں کہ اِن کے خلاف کرنے سے جب نقصان سامنے آتا ہے تب اُن کی تشریع

کی وجہ (اَور حکمت) معلوم ہوتی ہے۔ اِس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح گناہ کے کام کرنے میں مفاسد ہیں اِسی طرح طاعات میں شریعت سے آگے بڑھنے میں بھی مفاسد ہیں۔ (دعواتِ عبدیت)

بچوں کو روزہ رَکھانے کے متعلق کوتاہی :

بعض لوگ خود تو روزہ رکھتے ہیں لیکن بچوں سے اُن کے روزہ رکھنے کے قابل ہونے کے باوجود اُن سے روزہ رَکھانے کی پرواہ نہیں کرتے۔ اَور بعض لوگ اِن کے نابالغ ہونے کو دلیل سمجھتے ہیں۔ لیکن خوب سمجھ لیا جائے کہ بالغ نہ ہونے سے بچوں پر واجب نہ ہونا تو لازم آیا ہے لیکن اِس سے یہ معلوم نہیں آیا کہ بچوں کے اَولیاء (سرپرست) پر بھی اِن سے روزہ رَکھوانا واجب نہ ہو۔ جس طرح نماز کے لیے بالغ نہ ہونے کے باوجود اِن کو نماز کی تاکید کرنا بلکہ مارنا ضروری ہے اِسی طرح روزہ کے لیے بھی حکم ہے۔ فرق صرف اِتنا ہے کہ نماز میں (سات برس) عمر کی قید ہے اَور روزہ میں قوتِ برداشت پر مدار ہے (یعنی جب روزہ کی تکلیف برداشت کرنے کی قابلیت وطاقت آجائے تو روزہ رَکھوانا واجب ہے)۔

اَور وَجہ اِس کی یہ ہے کہ ایک دم سے کسی کام کا پابند ہونا دُشوار ہوتا ہے اگر بالغ ہونے کے بعد ہی تمام احکام شروع ہوں تو اُس پر ایک دم سے بار پڑ جائے گا اِس لیے شریعت نے پہلے ہی آہستہ آہستہ اَعمال کا عادی بنانے کا قانون مقرر کیا تاکہ بالغ ہونے کے بعد دُشواری نہ ہو۔ اِس قانون کی تنفیذ (یعنی اِس پر عمل کرانا) سرپرستوں پر لازم کیا گیا اگر سرپرستوں پر یہ واجب نہ ہو تو اِس قانون کا کوئی فائدہ ہی نہ ہوگا۔

بہت چھوٹے بچوں کے روزہ رَکھانے میں ظلم وزیادتی :

بعض لوگوں کو بہت چھوٹے کم سمجھ ناتواں بچہ کو روزہ رکھانے کا شوق ہوتا ہے کچھ تو خود اِس روزہ رَکھانے کا فخر ہوتا ہے اَور کچھ روزہ کشائی میں حوصلہ نکالنے یعنی بچہ کے افطار کی خوشی میں دعوت کرنے کا اَرمان ہوتا ہے۔ اَوّل تو اِس کی بنیاد ہی فاسد ہے اَور پھر اِس میں ایسے حالات پیدا ہوجاتے ہیں (مثلاً ریاکاری، شہرت وغیرہ) کہ گناہ میں اِضافہ ہوتا ہے۔

عبرت ناک واقعہ :

مجھ کو ایک جگہ کا قصہ معلوم ہے کہ اِسی طرح ایک بچہ کو روزہ رکھوایا (باقی صفحہ ۴۱)

اُمتِ مسلمہ کی مائیںؓ قسط : ۱۸

حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا

﴿ حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحبؒ بلند شہری ﴾

صدقہ :

حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا بڑی سخی تھیں، محنت مزدوری کرتی تھیں اَور سارا مسکینوں پر صدقہ کر دیتی تھیں۔ اِس سے بہت سے مسکینوں کا کام چلتا تھا جس کی وجہ سے اُن کا لقب **مَأْوَی الْمَسَاكِيْنِ** پڑ گیا تھا جس کا ترجمہ ہے ''مسکینوں کا ٹھکانا''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ بھی فرماتی تھیں کہ زینب رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کوئی عورت میں نے نہیں دیکھی جو اپنی جان کو محنت میں کھپا کر مال حاصل کر کے صدقہ کرتی ہو اَور اِس کے ذریعہ اللہ کا تقرب حاصل کرتی ہو۔ (مسلم شریف)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کا وظیفہ بارہ ہزار درہم مقرر فرمایا تھا جسے اُنہوں صرف ایک سال قبول فرمایا اَور قبول فرما کر بارگاہِ خداوندی میں یہ عرض کیا **اَللّٰهُمَّ لَايُدْرِكْنِيْ هٰذَا الْمَالُ مِنْ قَابِلٍ فَاِنَّهٗ فِتْنَةٌ** (اے اللہ! آئندہ سال یہ مال میرے پاس نہ آئے کیونکہ یہ فتنہ ہے) اِس کے بعد پورے بارہ ہزار کی مالیت اُسی وقت اپنے عزیزوں اَور ضرورت مندوں میں تقسیم فرما دی۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اِس واقعہ کی خبر ہوئی تو اُن کے گھر تشریف لائے اَور (باہر سے) سلام کہلا کر بھیجا اَور فرمایا مجھے تمہاری رقم تقسیم کر دینے کا واقعہ معلوم ہو گیا ہے اِس کے بعد مزید ایک ہزار کی رقم بھیجی تاکہ اُسے اپنے خرچ میں لائیں لیکن اُنہوں نے اِس رقم کو بھی تقسیم فرما دیا (الاصابہ)۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کھالیں رنگنے کی مزدوری کر کے صدقہ کرتی تھیں اَور منتخب کنز العمال میں اِس کے علاوہ اُن کی دستکاری بھی لکھی ہے۔ جب حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ہوگئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: **لَقَدْ ذَهَبَتْ حَمِيْدَةً مُتَعَبِّدَةً مَفْزَعَ الْيَتَامٰى وَالْاَرَامِلِ** (الحدیث)

تعریف کے لائق اَور عبادت گزار ہو کر دُنیا سے اِس حال میں چلی گئیں کہ یتیموں اَور بیواؤں کو گھبراہٹ میں ڈال گئیں کیونکہ وہ اَب سوچیں گے کہ ہم پر کون خرچ کرے گا۔

حج بیت اللہ :

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ حج کیا تھا۔ اِس کے بعد کبھی حج کو نہ گئیں کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اپنی بیویوں سے فرمایا تھا کہ اِس حج کو کرلو پھر گھر میں بیٹھنا۔ حضرت سودہ اَور حضرت زینب رضی اللہ عنہن دونوں نے اِس کے بعد حج نہ کیا اَور یہ فرمایا وَاللّٰہِ لَا تُحَرِّکُنَا بَعْدَہٗ دَابَّۃٌ (اللہ کی قسم! اَب تو آپ کے بعد ہم کسی جانور پر سوار تک نہ ہوں گے) ہاں دیگر اُمہات المومنین رضی اللہ عنہن حج کو جاتی تھیں (البدایہ)۔ غالبًا اُنہوں نے آنحضرت ﷺ کے اِرشاد کا یہ مطلب سمجھا کہ خواہ مخواہ بلا وجہ گھر سے نکلنے کو منع فرمایا ہے، اِس میں حج کو جانے کی ممانعت داخل نہیں اَور اگر حج سے روکا بھی ہے تو شرعی طور پر نہیں بلکہ شفقت کی وجہ سے روکا ہے لہٰذا طاقت ہوتے ہوئے حج نہ کرنا مناسب نہیں۔

وفات :

حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا نے ۲۰ھ میں وفات پائی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی وفات کے وقت جو نو بیویاں چھوڑی تھیں اُن میں سب سے پہلے اِن ہی کی وفات ہوئی۔ حضورِ اَقدس ﷺ نے اِس کے متعلق اپنی زندگی میں خبر بھی دے دی تھی جسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یوں روایت فرماتی ہیں کہ بعض بیویوں نے آپ سے سوال کیا کہ آپ کی وفات کے بعد ہم میں سے سب سے پہلے کون سی بیوی (اِس دُنیا سے رُخصت ہو کر) آپ سے ملے گی؟ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا جس کے ہاتھ سب سے لمبے ہوں۔ یہ سُن کر آپ ﷺ کی بیویوں نے ایک بانس لے کر اپنے ہاتھ ناپنے شروع کر دیے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ سب بیویوں کے ہاتھوں سے لمبے نکلے اَور آپس میں یہ سمجھ لیا کہ وہی سب سے پہلے وفات پائیں گی۔ پھر بعد میں ہم کو پتہ چلا جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات ہوگئی کہ آنحضرت ﷺ کا مطلب ناپ کی لمبائی بتانا نہ تھا بلکہ اِس کا یہ مطلب تھا کہ جو عورت سب سے زیادہ صدقہ کرتی ہوگی وہ سب سے پہلے مجھ سے ملے گی۔ کیونکہ زینب رضی اللہ عنہا ہم میں سے سب سے پہلے آپ ﷺ سے جا کر ملیں جو صدقہ کرنے کو (بہ نسبت دُوسری بیویوں کے بہت زیادہ)

زیادہ پسند کرتی تھیں۔(بخاری شریف)

مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ آخر میں ہمیں یہ معلوم ہوا کہ سب سے زیادہ لمبے ہاتھ (آنحضرت ﷺ کے نزدیک زینب رضی اللہ عنہا کے تھے) کیونکہ وہ اپنے ہاتھ سے کما کر صدقہ کرتی تھیں۔

وصیت :

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے وفات کے وقت فرمایا کہ میں نے اپنے لیے کفن تیار کیا ہے اَور عمر رضی اللہ عنہ بھی میرے لیے کفن بھیجیں گے لہٰذا تم اَیسا کرنا دونوں میں سے ایک صدقہ کردینا چنانچہ اُن کی بہن حضرت حمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اُس کفن کو صدقہ کردیا جسے وہ خود تیار کر کے چھوڑ گئیں تھیں (الاصابہ) سبحان اللہ! دُنیا سے چلتے چلتے صدقہ کرنے کا خیال رہا اَور اِس کی وصیت کی۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو دُوسری اُمہات المؤمنین نے غسل اَور کفن دیا۔ اُن کے لیے مسہری بنائی گئی جس میں جنازہ رکھ کر قبرستان لے جایا گیا۔ وہ مسہری بنتِ عُمیس رضی اللہ عنہا نے بنائی تھی جسے وہ حبشہ میں دیکھ کر آئی تھیں، مسہری میں جنازہ رکھ کر اُوپر سے کپڑا ڈھک دیا گیا تو بالکل پردہ ہوگیا۔ اِسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہت پسند کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے منادی کرادی تھی کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے جنازہ میں صرف وہی لوگ آئیں جو اُن کے محرم ہیں لیکن جب مسہری بن گئی اَور پردہ کا اِنتظام ہوگیا تو دوبارہ منادی کرائی کہ سب مؤمنین اپنی ماں کے جنازہ میں شریک ہوں۔

جب جنازہ قبرستان میں لایا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبر میں اُترنے کا اِرادہ فرمایا لیکن پہلے اُمہات المؤمنین سے دریافت فرمایا کہ میں اِن کی نعش کو قبر میں اُتار سکتا ہوں یا نہیں؟ اِس پر جواب آیا کہ نہیں، قبر میں وہی داخل ہوگا جو زندگی میں اِن کے پاس آتا جاتا تھا جس سے شرعًا پردہ نہ تھا لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اِرادہ بدل دیا اَور کپڑا تان کر پردہ کرا کر اُن کے محرموں سے قبر میں داخل کرا کر مٹی دیدی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دفن کے وقت قبر کے کنارے بیٹھے رہے اَور دیگر اکابر صحابہ کھڑے رہے۔ یہ سب تفصیل کنز العمال میں لکھی ہے۔ البدایہ میں لکھا ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بقیع میں دفن کی گئیں۔

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا وَاَرْضَاھَا

ذَھَبَتْ حَمِیْدَۃً مَفْزَعَ الْیَتَامٰی وَالْاَرَامِلِ

رمضان المبارک کی عظیم الشان فضیلتیں اَور برکتیں

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب ﴾

آنحضرت ﷺ کا رمضان المبارک سے متعلق اہم خطبہ :

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شعبان کے مہینہ کی آخری تاریخ کو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک خطبہ دیا۔ اِس میں آپ نے فرمایا ''اے لوگو! تم پر ایک عظمت اَور برکت والا مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے اِس مبارک مہینے میں ایک رات (شبِ قدر) ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اِس مہینے کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کیے ہیں اور اِس کی راتوں میں بارگاہِ خداوندی میں کھڑے ہونے (یعنی تراویح پڑھنے) کو نفل عبادت مقرر کیا ہے (جس کا بہت بڑا ثواب رکھا ہے) جو شخص اِس مہینے میں اللہ کی رضا اور اُس کا قرب حاصل کرنے کے لیے کوئی غیر فرض عبادت (یعنی سنت یا نفل) اَدا کرے گا تو اُس کو دُوسرے زمانے کے فرضوں کے برابر اُس کا ثواب ملے گا اور اِس مہینے میں فرض اَدا کرنے کا ثواب دُوسرے زمانے کے ستر فرضوں کے برابر ملے گا۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اَور صبر کا بدلہ جنت ہے۔ یہ ہمدردی اور غمخواری کا مہینہ ہے اَور یہی وہ مہینہ ہے جس میں مومن بندوں کے رزق میں اِضافہ کیا جاتا ہے جس نے اِس مہینے میں کسی روزہ دار کو (اللہ کی رضا اَور ثواب حاصل کرنے کے لیے) افطار کرایا تو یہ اُس کے لیے گناہوں کی مغفرت اَور دوزخ کی آگ سے آزادی کا ذریعہ ہوگا اَور اُس کو روزہ دار کے برابر ثواب دیا جائے گا بغیر اِس کے کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے۔ آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ ''یارسول اللہ ﷺ ہم میں سے ہر ایک کو تو افطار کرانے کا سامان میسر نہیں ہوتا تو (کیا غریب لوگ اِس عظیم ثواب سے محروم رہیں گے؟)'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہ ثواب اُس شخص کو بھی دے گا جو ایک کھجور یا دُودھ کی تھوڑی سی لسی پر یا صرف پانی ہی کے ایک گھونٹ پر کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرادے۔

(اِس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا) اِس مبارک مہینہ کا پہلا حصہ رحمت ہے، درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ دوزخ کی آگ سے آزادی ہے۔ (اِس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا) اَور جو آدمی اِس مہینے میں اپنے غلام وخادم کے کام میں ہلکا پن اَور کمی کردے گا اللہ تعالیٰ اُس کی مغفرت فرمادے گا اور اُس کو دوزخ سے رہائی اَور آزادی دے گا۔ اور اِس مہینہ میں چار چیزوں کی کثرت رکھا کرو جن میں سے دو چیزیں ایسی ہیں کہ تم اِن کے ذریعہ سے اپنے رب کو راضی کر سکتے ہو، اور دو چیزیں ایسی ہیں جن سے تم کبھی بے نیاز نہیں ہوسکتے۔ پہلی دو چیزیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کر سکتے ہو وہ کلمہ طیبہ اَور استغفار کی کثرت ہے، اور دُوسری دو چیزیں یہ ہیں کہ جنت کا سوال کرو اور دوزخ سے پناہ مانگو۔ اور جو کوئی کسی روزہ دار کو پانی سے سیراب کرے گا اُس کو اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) میرے حوضِ (کوثر) سے ایسا سیراب کرے گا جس کے بعد اُس کو کبھی پیاس ہی نہیں لگے گی یہاں تک کہ وہ جنت میں پہنچ جائے گا۔ (بیہقی، ترغیب وترہیب)

فائدہ : نبی کریم ﷺ کا اِتنا اہتمام کہ شعبان کی آخری تاریخ میں خاص طور سے اِس کا وعظ فرمایا اَور لوگوں کو تنبیہ فرمائی تاکہ رمضان المبارک کا ایک لمحہ بھی غفلت میں نہ گزر جائے، پھر اِس وعظ میں تمام مہینے کی فضیلت بیان فرمانے کے بعد چند اہم چیزوں کی طرف خاص طور پر متوجہ فرمایا، سب سے پہلے ''شب ِقدر'' کہ وہ حقیقت میں بہت اہم رات ہے، اِس کے بعد اِرشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِس کے روزہ کو فرض کیا اور اِس کے قیام یعنی تراویح کو سنت کیا۔

☆ اِس خطبہ میں فرمایا کہ ''اِس مبارک مہینہ میں جو شخص کسی قسم کی نفلی عبادت کرے گا اُس کا ثواب دُوسرے زمانہ کی فرض نیکی کے برابر ملے گا اَور فرض نیکی کرنے والے کو دُوسرے زمانہ کے ستر فرض اَدا کرنے کا ثواب ملے گا'' یوں سمجھ لیں کہ ''شب ِقدر'' کی خصوصیت تو رمضان المبارک کی ایک مخصوص رات کی خصوصیت ہے لیکن نیکی کا ثواب ستر گنا ملنا یہ رمضان المبارک کے ہر دن اَور ہر رات کی برکت اور فضیلت ہے۔

☆ اِس خطبہ میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''یہ صبر اور غمخواری کا مہینہ ہے'' اور یہ بھی فرمایا کہ ''جو آدمی اِس مہینے میں اپنے غلام وخادم کے کام میں ہلکا پن اَور کمی کردے گا اللہ تعالیٰ اُس کی مغفرت

فرمادے گا اور اُس کو دوزخ سے رہائی اَور آزادی دے گا''۔ دینی زبان میں صبر کے اَصل معنی ہیں اللہ کی رضا کے لیے اپنے نفس کی خواہشوں کو دبانا اَور تلخیوں اَور ناگواریوں کو جھیلنا۔ ظاہر ہے کہ روزے کا اوّل و آخر ایسا ہی ہے نیز روزہ رکھ کر ہر روزہ دار کو تجربہ ہوتا ہے کہ فاقہ کیسی تکلیف کی چیز ہے اِس سے اُس کے اَندر غرباء اور مساکین کی ہمدردی اَور غمخواری کا جذبہ پیدا ہونا چاہیے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب رمضان کا مہینہ داخل ہوتا تھا تو نبی علیہ السلام قیدیوں کو رہائی دے دیتے تھے اَور ضرورت مند سائل کو محروم نہیں کیا کرتے تھے (بیہقی فی شعب الایمان) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ سخی تھے اَور رمضان المبارک میں جب جبرائیل علیہ السلام آپ سے ملاقات کرتے تھے تو آپ بہت زیادہ سخی اَور فیاض ہوتے تھے اَور جبرائیل علیہ السلام آپ سے رمضان کی ہر رات میں ملاقات کرتے تھے اَور وہ حضور ﷺ سے قرآن پاک کا دَور کرتے تھے، یقیناً رسول اللہ ﷺ سے جب جبرائیل علیہ السلام ملاقات کرتے تھے تو آپ ﷺ بھلائی اَور خیر کے کاموں میں تیز ہوا سے بھی زیادہ فیاضی و سخاوت فرماتے تھے۔ (بخاری، مسلم، نسائی)

لہٰذا اپنے محلے میں، دوستوں اَور عزیز و اَقارب میں جو بیمار نادار اَور غریب ہوں اپنی وسعت کے مطابق اُن کی مدد کرنی چاہیے۔ بعض روزہ دار روزہ کی حالت میں بڑی بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہیں، ذرا ذرا سی بات پر بیوی سے لڑنا، بچوں کو پیٹنا، ملازمین کو ڈانٹنا غرضیکہ اُن کا روزہ رکھنا دُوسروں کے لیے ایک آفتِ ناگہانی بن جاتا ہے، یہ بڑی معیوب بات ہے اَیسا ہرگز نہ کرنا چاہیے۔ بعض لوگ لڑتے جھگڑتے تو نہیں لیکن گرمی اَور بھوک و پیاس ہی کا گلہ شکوہ کرتے رہتے ہیں، جب اُن سے ملو اُن کے پاس یہی قصہ ملتا ہے اَور بعض لوگ کچھ زیادہ ہی ہائے ہوئی کرتے ہوئے دیکھے جاتے ہیں، یہ سب بے صبری کی باتیں ہیں، صبر کا مہینہ بتلانے کا منشاء یہی ہے کہ حتی الامکان صبر و ضبط سے کام لیا جائے۔

☆ اِس خطبہ میں یہ بھی فرمایا کہ ''اِس بابرکت مہینے میں ایمان والوں کے رزقِ حلال میں اِضافہ کیا جاتا ہے'' اِس کا تجربہ تو ہر اِیمان والے روزہ دار کو ہوتا ہے کہ رمضان المبارک میں جتنا اچھا اَور جتنا فراخ کھانے پینے کو ملتا ہے باقی گیارہ مہینوں میں اِتنا نصیب نہیں ہوتا، یہ سب اللہ ہی کے حکم اَور فیصلے سے آتا ہے بعض لوگ خوب حرام کما کر اِس کو رمضان کی برکت سمجھتے ہیں، یہ سراسر جہالت ہے۔ بعض روایات میں اِس مہینہ میں نان و نفقہ میں وسعت و فراخی کرنے کا حکم آیا ہے چنانچہ ایک روایت میں ہے جَآءَ کُمْ شَھْرُ

رَمَضَانَ الْمُبَارَکُ فَقَدِّمُوْا فِیْهِ النِّیَّةَ وَوَسِّعُوْا فِیْهِ النَّفْقَةَ (کنزالعمال ج۸ ص۴۶۶) رمضان کا مبارک مہینہ آچکا ہے (تم اِس کے لیے نیت پہلے ہی سے درست کرلو اور اِس مہینہ میں (اپنے اَور اپنے اہل وعیال کے جائز اَخراجات اَور) نان ونفقہ میں فراخی کرو۔ایک اَور روایت کے الفاظ یہ ہیں : اِنْبَسِطُوْا فِی النَّفْقَةِ فِیْ شَهْرِ رَمَضَانَ فَاِنَّ النَّفْقَةَ فِیْهِ کَالنَّفْقَةِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (جامع صغیر للسیوطی) رمضان کے مہینے میں نان ونفقہ کے متعلق وسعت سے کام لو اِس لیے کہ اِس میں جائز نان ونفقہ وخرچہ ایسا ہے جیسا کہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا۔

☆ اِس خطبہ میں یہ بھی فرمایا کہ ''روزہ افطار کرانا گناہوں کی مغفرت اَور دوزخ سے آزادی کا ذریعہ ہے نیز روزہ کھلوانے سے جس کا روزہ کھلوایا ہے اُس کے روزہ کے برابر روزہ کھلوانے والے کو ثواب ملتا ہے'' اور پیٹ بھر کر کھانا کھلانا حوضِ کوثر سے جامِ کوثر نصیب ہونے اَور جنت ملنے کا ذریعہ ہے۔

☆ اِس خطبہ میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ ''رمضان المبارک کا اِبتدائی حصہ رحمت ہے، درمیانی حصہ مغفرت ہے اَور آخری حصہ جہنم سے آزادی کا وقت ہے''۔بعض دُوسری روایات میں بھی یہ مضمون مختلف الفاظ کے ساتھ آیا ہے،ایک روایت میں ہے : اَوَّلُ شَهْرِ رَمَضَانَ رَحْمَةٌ وَوَسْطُهٗ مَغْفِرَةٌ وَآخِرُهٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ. (کنز العمال ج۸ ص۴۶۳) ''رمضان کا اوّل حصہ رحمت ہے اور اُس کا درمیانی حصہ مغفرت ہے اور اُس کا آخری حصہ دوزخ سے آزادی ہے۔''

اِس کی راجح اَور دِل کو لگنے والی تشریح یہ ہے کہ رمضان شریف کی برکتوں سے فائدہ اُٹھانے والے بندے تین طرح کے ہوسکتے ہیں۔ایک وہ متقی پرہیز گار لوگ جو ہمیشہ گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرتے ہیں اَور جب کبھی اِن سے کوئی خطا اَور لغزش ہو جاتی ہے تو اُسی وقت توبہ و اِستغفار سے اُس کی صفائی اَور تلافی کرلیتے ہیں تو ایسے خاصانِ خدا پر تو شروع مہینے ہی سے بلکہ اِس کی پہلی رات ہی سے اللہ کی رحمتوں کی بارش ہونے لگتی ہے اور وہ موردِ رحمت بن جاتے ہیں۔دُوسرے وہ لوگ جو ایسے متقی اَور پرہیز گار تو نہیں ہیں لیکن اِس لحاظ سے بالکل گئے گزرے بھی نہیں ہیں تو ایسے لوگ جب رمضان کے اِبتدائی حصے میں روزوں اور دُوسرے اعمالِ خیر اَور توبہ و اِستغفار کے ذریعے اپنے حال کو بہتر اَور اپنے کو رحمت و مغفرت کے لائق بنا لیتے ہیں تو درمیانی حصہ میں اِن کی بھی مغفرت اَور معافی کا فیصلہ سنا دیا جاتا ہے۔تیسرے وہ لوگ ہیں جو اپنے

نفسوں پر بہت ظلم کر چکے ہیں اور اُن کا حال بڑا ابتر رہا ہے اَور اپنی بداعمالیوں سے گویا وہ دوزخ کے پورے پورے مستحق ہو چکے ہیں، وہ بھی جب رمضان کے پہلے اَور درمیانی حصے میں عام مسلمانوں کے ساتھ روزے رکھ کر اَور توبہ و اِستغفار کر کے اپنی سیہ کاریوں کی کچھ صفائی اَور تلافی کر لیتے ہیں تو اَخیر عشرہ میں جو دریائے رحمت کے جوش کا عشرہ ہے اللہ تعالیٰ دوزخ سے اِن کی بھی نجات اَور رہائی کا فیصلہ فرما دیتے ہیں۔

اِس تشریح کی بناء پر رمضان المبارک کا ابتدائی حصہ ''رحمت'' درمیانی حصہ ''مغفرت'' اور آخری حصہ ''جہنم سے آزادی'' کا تعلق ترتیب وار اُمتِ مسلمہ کے اِن مذکورہ بالا تین طبقوں سے ہوگا۔ اِس ماہ کا ہر عشرہ خاص اہمیت کا حامل ہے چنانچہ پہلا عشرہ سراسر رحمت ہے، دُوسرا عشرہ دن ورات مغفرت کا عشرہ ہے اور آخری عشرہ دوزخ سے آزادی کے لیے ہے، اِس لیے اِس ماہ کی دِل وجان سے قدر کریں اَور مذکورہ تمام فضائل حاصل کرنے کی فکر کریں ورنہ گیا وقت ہاتھ نہیں آتا، جو کچھ حاصل کرنا ہے جلدی کر لیں ورنہ آخرت میں پچھتانے سے کچھ نہ ہوگا۔

☆ رسول کریم ﷺ نے اِس خطبہ میں رمضان المبارک میں چار کاموں کے کرنے کی بڑی اہمیت کے ساتھ تاکید فرمائی ہے جو مبارک مہینہ کے دستور العمل کی حیثیت رکھتے ہیں، اِس لیے اِن کا اہتمام بہت ضروری اَور لازمی ہے، وہ چار کام یہ ہیں :

(۱) لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا وِرد رکھنا

(۲) اللہ تعالیٰ سے اپنی مغفرت مانگتے رہنا

(۳) جنت کا سوال کرنا

(۴) دوزخ سے پناہ مانگنا

پہلی چیز یعنی ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا وِرد'' یہ بہت ہی مبارک کلمہ ہے۔ ایک حدیث میں اِس کو تمام اَذکار سے اَفضل بتلایا گیا ہے اور دُوسری اَحادیث میں اِس کے اَور بھی بڑے بڑے فضائل آئے ہیں۔ اِس کی فضیلت سمجھنے کے لیے اِتنا کافی ہے کہ نوے (۹۰) برس کا کافر ومشرک بھی اگر سچے دِل سے ایک بار یہ کلمہ پڑھ لے تو وہ اُسی لمحہ گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہو جاتا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے والا بچہ گناہوں سے پاک ہوتا ہے، یہ خدائے پاک کی بڑی رحمت ہے جو اُس نے اپنے بندوں پر بہت ہی عام فرما رکھی ہے

اَور اِس کے پڑھنے کی عام اِجازت دے رکھی ہے۔ جب کافر ومشرک تمام گناہوں سے پاک ہوسکتا ہے تو مومن کو کیوں نفع نہ ہوگا ؟ ضرور ہوگا اور بے اِنتہا ہوگا۔ ایک حدیث میں اُمتیوں کو اِس کلمے کے ذریعے بار بار تجدیدِ ایمان کرتے رہنے کی تلقین کی گئی ہے اِس لیے چلتے پھرتے ، اُٹھتے بیٹھتے اَور لیٹتے کثرت سے اِس کا ورد رکھیں۔ ایک روایت میں ہے : '' ذَاکِرُاللّٰہِ فِیْ رَمَضَانَ مَغْفُوْرٌ لَّہٗ وَسَائِلُ اللّٰہِ فِیْہِ لَا یَخِیْبُ '' (بیھقی، کنز العمال ج۸ ص ۴۶۴) ''رمضان کے مہینہ میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے کی مغفرت کی جاتی ہے اَور اللہ سے سوال کرنے والا محروم نہیں ہوتا۔'' حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ رمضان کے مہینے میں ایک تسبیح رمضان کے علاوہ ہزار تسبیح سے افضل ہے۔ (ترمذی)

دُوسری چیز ''اللہ تعالیٰ سے اپنی مغفرت مانگنا'' ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کونسا بندہ ایسا ہے جس سے کوئی گناہ سرزد نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ کا اِرشاد ہے : ''کُلُّکُمْ خَطَّاؤُوْنَ وَ خَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ اَلتَّوَّابُوْنَ'' (ترمذی، ابن ماجہ) یعنی تم سب خطا وار ہو اَور اچھے خطا وار وہ ہیں جو توبہ و اِستغفار کرتے ہیں۔ اس لیے توبہ واِستغفار کا معمول رکھا جائے ، آسان استغفار یہ ہے اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ میں اللہ جل شانہٗ سے جو میرا پروردگار ہے ہر ہر گناہ سے معافی مانگتا ہوں اور اُس کے سامنے توبہ کرتا ہوں۔ اور صرف اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ ، اَسْتَغْفِرُاللّٰہ پڑھنا بھی اِستغفار ہے اَور کافی ہے۔

تیسری چیز ''جنت کا سوال'' اَور چوتھی چیز ''دوزخ سے پناہ'' ہے۔ اِن دونوں باتوں کے بارے میں رحمتِ عالم ﷺ نے جو فرمایا وہ بالکل بجا ہے، واقعتاً یہ دونوں ایسی اہم ترین چیزیں ہیں کہ اِن کو مانگے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں ہے اَور کوئی شخص اِن سے بے نیاز نہیں، جب دُنیا کی گرمی سردی کی سہار نہیں تو دوزخ کیسے برداشت ہوگی اَور جنت میں جائے بغیر کیسے سکون ملے گا ؟ اِس لیے موقع بموقع دِل کی گہرائی سے جنت کا سوال کریں اور دوزخ سے پناہ مانگیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اَور دوزخ کے عذاب سے بچائے۔ آمین۔

اِسلام کی اِنسانیت نوازی

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری، اِنڈیا ﴾

مصیبت زَدگان اَور مسافروں کی مدد :

اِسلام نے اِنسانیت نوازی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے ماننے والوں کو وقتی مصائب سے دوچار ہونے والے اَفراد کی مدد پر بھی آمادہ کیا ہے۔ قرآنِ کریم میں کئی جگہ مسافروں کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ کرنے کی تلقین کی گئی ہے حتی کہ زکوٰۃ وصدقات کے مصارف میں ایک اہم مصرف مسافروں کی مدد کا بھی ہے۔ اِرشاد خداوندی ہے :

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْعٰمِلِیْنَ عَلَیْھَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُھُمْ وَفِی الرِّقَابِ وَالْغَارِمِیْنَ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَابْنِ السَّبِیْلِ. (سُورہ توبہ ٦٠)

زکوٰۃ جو ہے سو وہ ہے حق مفلسوں کا اَور محتاجوں کا اَور جن کا دِل لُبھانا مقصود ہے اَور گردنوں کے چھڑانے میں اَور جو تاوان (غلاموں کو آزاد کرنے میں) بھریں، اَور اللہ کے راستے میں اَور راہ کے مسافر کو۔ (ترجمہ شیخ الہند ؒ /۲٦٠)

آنحضرت ﷺ کے اَخلاقِ فاضلہ میں شروع ہی سے اِنسانی ہمدردی سب سے فوقیت رکھتی تھی چنانچہ جب آپ ﷺ کو نبوت عطا ہوئی تو آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ سیدنا حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالی عنہا نے تسلی کے لیے جو اِلفاظ اِرشاد فرمائے وہ آپ ﷺ کے اَخلاقِ طیبہ پر پوری روشنی ڈالتے ہیں، آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا :

کَلَّا ! أَبْشِرْ وَاللّٰہِ لَا یُخْزِیْکَ اللّٰہُ اَبَدًا وَاللّٰہِ اِنَّکَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَصْدُقُ الْحَدِیْثَ وَتَحْمِلُ الْکَلَّ وَتَکْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِی الضَّیْفَ وَتُعِیْنُ عَلٰی نَوَائِبِ الْحَقِّ ، اِلٰی آخرہ. (مسلم شریف ۱/۸۸)

''ہرگز نہیں! آپ خوش خبری قبول فرمائیے! اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رُسوا نہ فرمائے

گا۔قسم بخدا! آپ صلہ رحمی فرماتے ہیں، سچ بولتے ہیں، مصیبت زَدہ کا بوجھ اُٹھاتے ہیں، لاچاروں کو کما کر دیتے ہیں، مہمان نوازی فرماتے ہیں اور حادثات وغیرہ میں متاثرین کی مدد فرماتے ہیں۔''

الغرض مصیبت زدگان اَور پریشان حال لوگوں کا تعاون ایک اِسلامی فریضہ اَور اِنسانیت نوازی کا عظیم مظاہرہ ہے جس کی اِسلام نے تلقین کی ہے۔

غلاموں اَور ملازموں کے ساتھ حسنِ سلوک :

اِسلام سے پہلے غلاموں کے ساتھ بدترین مظالم رَوا رکھے جاتے تھے اَور اِنسانیت کے ناطے وہ ہر منصفانہ حق سے پوری طرح محروم تھے اَور اِنسانی اعتبار سے اُنہیں ایک آزاد شخص کے برابر ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اِسلام نے اپنی اعلیٰ اِنسانیت نوازی کا ثبوت دیتے ہوئے غلاموں کے جائز حقوق کو دِلانے کی جدوجہد کی۔قرآن کریم میں اِن کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا۔

اَور رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ یہ غلام تمہارے بھائی اَور تمہارے معاون ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے قبضے میں دے دیا ہے لہٰذا جب کسی کے قبضے میں اُس کا بھائی آئے (یعنی کوئی شخص غلام کا مالک بنے) تو اپنے کھانے ہی میں سے اُسے کھلائے اَور اپنے لباس میں سے اُسے پہنائے اور تم اُن سے اِتنا بھاری کام نہ لو جو اُن کے بس میں نہ ہو اور اگر ایسا کام لینا ہی ہو تو تم خود اُن کی مدد کرو۔(بخاری شریف ۱/ ۹)

اَور ایک روایت میں آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے غلام کے چہرے یا بدن پر مارے تو اُس کی تلافی کی شکل یہ ہے کہ اُس کو آزاد کردے۔(مسلم شریف ۲/ ۵۱، ابوداو،د شریف ۲/ ۷۰۲)

آنحضرت ﷺ کو غلاموں کے حقوق کا کس قدر خیال تھا اِس کا اَندازہ اِس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اِنتقال سے قبل آپ نے آخری تاکید نماز پڑھنے اَور غلاموں کی رعایت رکھنے کی کی ہے۔(ابوداو،د ۲/ ۷۰۱)

آج دُنیا میں نوکروں اَور ملازموں کے ساتھ کتنی حق تلفیاں کی جاتی ہیں اَور کس طرح اُن کے حقوق غصب کیے جاتے ہیں اَور کیسی کیسی اَذیتوں سے اُنھیں دوچار ہونا پڑتا ہے وہ ناقابلِ بیان ہیں۔اِسلام نے ہر فرد کے دِل میں اِس بات کا ڈر پیدا کیا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے ماتحت پر زیادتی کرے گا تو اُس کو اُس کا بدلہ آخرت میں دینا ہوگا۔

ایک صحابی حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اپنے غلام کو کوڑے سے مار رہا تھا اِسی درمیان میں نے اپنے پیچھے سے یہ آواز سنی کہ اِعْلَمْ اَبَامَسْعُوْدٍ (ابومسعود خبردار) مگر میں غصہ کی شدت کی وجہ سے یہ نہیں سمجھ سکا کہ آواز دینے والا کون ہے؟ پھر جب نبی کریم ﷺ میرے قریب آگئے تو مجھے احساس ہوا کہ آپ ﷺ ہی مجھے آواز دے رہے تھے چنانچہ آپ ﷺ کی ہیبت سے میرے ہاتھ سے کوڑا گر گیا تو آنحضرت ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ ''ابومسعود! اچھی طرح جان لو کہ جتنا تم اپنے اِس غلام کو مارنے پر قادر ہو اُس سے زیادہ اللہ تعالیٰ تمہیں سزا دینے پر قادر ہے'' حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے فوراً عرض کیا کہ حضرت میں اَب کبھی کسی غلام کو نہ ماروں گا۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ نے اُسے فوراً آزاد کر دیا تو آنحضرت ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ اگر تم اَیسا نہ کرتے تو جہنم کی آگ تم کو جھلسا دیتی۔ (مسلم شریف ۲/۴۵۱)

اِس روایت سے بھی اِسلام کی اِنسانیت نواز تعلیمات کا اَندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

بڑوں کی عزت، چھوٹوں پر شفقت :

اِسلام نے اِنسانیت نوازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اہلِ ایمان کو بڑی عمر کے اَفراد کی عزت کرنے اَور چھوٹوں پر شفقت کرنے کی تعلیم دی ہے اَور اِس میں بھی رشتہ داری یا رنگ و نسل کی کوئی تفریق نہیں ہے جو شخص بھی بڑی عمر کا ہو وہ اپنی عمر کے اعتبار سے عزت واحترام کا مستحق ہوتا ہے اِسی طرح بچہ خواہ کسی کا ہو وہ اپنے بچپن کے اعتبار سے شفقت کا مستحق ہے۔ نبی اَکرم ﷺ نے اِرشاد فرمایا :

لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَلَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا وَ یَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَ عَنِ الْمُنْکَرِ. (رواہ الترمذی ۲/۱۴)

''وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اَور ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے اَور جو امر بالمعروف اَور نہی عن المنکر نہ کرے۔''

ایک اَور روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ جو نوجوان شخص کسی بوڑھے کی اُس کے بڑھاپے کی بناء پر تکریم کرے تو اللہ تعالیٰ اُس نوجوان کے بوڑھے ہونے پر اُس کے ساتھ بھی اَیسے ہی اِکرام کرنے والے کو مقرر فرمائے گا۔ (مشکوٰۃ شریف ۲/۴۲۳)

ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ یہ بات بھی اللہ کی عظمت میں شامل ہے کہ

آدمی کسی بوڑھے مسلمان کی (اُس کے بڑھاپے کی بناء پر) عزت کرے۔ (مشکوٰۃ شریف ۲/۴۲۳)

اِسی طرح بچوں کے ساتھ مشفقانہ برتاؤ اِسلام کی اہم تعلیم ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مدینہ کے بچے لائے جاتے تو آپ ﷺ ہر ایک کے ساتھ اِنتہائی شفقت کا معاملہ فرماتے اُن کو اپنی گود میں بیٹھاتے اَور اُن کے سروں پر شفقت کا ہاتھ رکھتے تا آنکہ اُن بچوں کے دِلوں میں آپ ﷺ کی عظمت و محبت جاگزیں ہو جاتی تھی۔ (جاری ہے)

✿ ✿ ✿

بقیہ : تربیتِ اَولاد

اَور اپنا نام اُونچا کرنے کے لیے روزہ کشائی (یعنی روزہ کھولنے کی دعوت) کا بہت زیادہ اہتمام کیا، گرمی کے بڑے سخت دن تھے عصر کے وقت تو بچہ نے جوں توں کر کے کھینچا پھر آخر میں برداشت نہ ہوا اَور صبر نے جواب دے دیا، ٹھنڈے پانی کے مٹکے بھرے رکھے تھے، برف گھولنے کا سامان ہو رہا تھا اِس سارے سامان نے آگ بھڑکا دی۔ بیچارہ بچہ ایک ایک سے پانی کی خوش آمد کرتا رہا لیکن اگر پانی دے دیتے تو دعوت کا سامان بے کار جاتا اپنا سامان بچانے کے لیے پانی کو جواب دے دیا آخر بچہ سخت بے تاب ہو کر دوڑ کر ایک مٹکے سے جا کر لپٹ گیا اَور محبوب سے ملتے ہی رُوح نے جسم کو چھوڑ دیا۔ اُس کی نعش زبانِ حال سے کہہ رہی تھی کہ لو بھئی! تمہارا سامان تم ہی کو مبارک ہو ہم اپنی جان تمہارے سامان پر فدا کرتے ہیں، کس قدر حسرت ناک ماجرا ہے یہ نتیجہ ہے غلو اَور زیادتی کا۔ کیا اِس ہلاکت اَور قتل کی نسبت اِن ظالموں کی طرف نہ ہوگی؟ (جاری ہے)

✿ ✿ ✿

دُعائے صحت کی اپیل

کراچی میں جامعہ مدنیہ جدید کے سر پرست بڑے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اجل حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب مدظلہم ایک ڈیڑھ ماہ سے زیادہ علیل ہیں قارئین کرام سے اُن کے لیے دُعائے صحت کی درخواست کی جاتی ہے۔ نیز کراچی میں حافظ کاملین صاحب اَور الحاج اِدریس صاحب بھی کافی علیل ہیں اُن کے لیے بھی دُعائے صحت کی درخواست ہے۔ (اِدارہ)

گلدستۂ احادیث

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

✡✡✡

دونوں نفخوں کے درمیان چالیس سال کا وقفہ ہوگا :

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَابَیْنَ النَّفْخَتَیْنِ اَرْبَعُوْنَ، قَالَ اَرْبَعُوْنَ یَوْمًا قَالَ اَبَیْتُ،قَالَ اَرْبَعُوْنَ شَھْرًاقَالَ اَبَیْتُ، قَالَ اَرْبَعُوْنَ سَنَةً قَالَ اَبَیْتُ،قَالَ ثُمَّ یُنَزِّلُ اللّٰہُ مِنَ السَّمَاءِ مَآءً فَیَنْبُتُوْنَ کَمَا یَنْبُتُ الْبَقْلُ، لَیْسَ مَنَ الْاِنْسَانِ شَیْءٌ یَبْلٰی اِلَّا عَظْمًا وَاحِدًا وَھُوَ عَجَبُ الذَّنَبِ وَمِنْهُ یُرَکَّبُ الْخَلْقُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ. (بخاری ج۲ص ۷۳۵ ، مسلم ج۲ ص۴۰۶، مشکوۃ ص ۴۸۱)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا : دونوں نفخوں کے درمیان کا وقفہ چالیس (سال) ہوگا، یہ سن کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد نے پوچھا چالیس سے چالیس دِن مراد ہیں؟ آپ نے فرمایا مجھے نہیں معلوم، پھر اُس نے پوچھا چالیس مہینے مراد ہیں؟ فرمایا مجھے نہیں معلوم، اُس نے پھر پوچھا کیا چالیس سال مراد ہیں؟ فرمایا مجھے نہیں معلوم۔(اِس کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کی حدیث کا بقیہ حصہ بیان کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا) پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برسائیں گے پھر اِس پانی سے لوگ اُگیں گے جیسا کہ سبزہ اُگا کرتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا اِنسان کے بدن کی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو بوسیدہ اَور پرانی نہ ہو جاتی ہو سوائے ایک ہڈی کے جسے **عَجَبُ الذَّنَبْ** کہتے ہیں قیامت کے دِن ہر جاندار کی اُسی ہڈی سے اُس کے تمام جسم کو مرکب کیا جائے گا۔''

ف : حدیث پاک میں جن دو نفخون یعنی دو مرتبہ صور پھونکے جانے کا ذکر آیا ہے اُن میں سے پہلا

نفخہ مارنے کے لیے ہوگا یعنی صور کی اُس آواز سے سب مرجائیں گے اَور دُوسرا نفخہ جِلا لنے کے لیے ہوگا یعنی صور کی اِس آواز سے سب زندہ ہو کر اُٹھ کھڑے ہوں گے، اِن دونوں نفخوں کا تذکرہ قرآنِ پاک میں موجود ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ط ثُمَّ نُفِخَ فِیْهِ اُخْرٰی فَاِذَاهُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ. (سورہ ۳۹ آیت ۶۸) یعنی صور میں پھونک ماری جائے گی جس سے تمام آسمان اَور زمین والوں کے ہوش اُڑ جائیں گے، پھر اُس (صور) میں دوبارہ پھونک ماری جائے گی تو دفعۃً سب کے سب کھڑے ہو جائیں گے اَور (چاروں طرف) دیکھنے لگیں گے۔

۞ ۞ ۞

وفیات

جامعہ تفسیریہ شمس العلوم رحیم یار خان کے شیخ الحدیث حضرت مولانا شریف اللہ صاحب مولوہانویؒ ۳؍جولائی کو طویل علالت کے بعد اِنتقال فرماگئے ،حضرتؒ طویل عرصہ سے تدریسی خدمات اَنجام دے رہے تھے، اللہ تعالیٰ حضرتؒ کی دینی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اَور اُن کے پسماندگان کو صبر جمیل اَور اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

۲؍جولائی کو جناب چوہدری محمد ظفر صاحب آف برمنگھم کی خوشدامن صاحبہ اَوکاڑہ میں وفات پاگئیں۔

اَیبٹ آباد کے مولانا زبیر صاحب کے چچازاد بھائی حامد گل صاحب سرطان کی بیماری میں طویل عرصہ مبتلا رہ کر ۸؍جولائی کو وفات پاگئے دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرما کر والدین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

جامعہ کے مدرس مولانا حفیظ الرحمٰن صاحب کا نوعمر بھتیجا تفریح گاہ کی جھیل میں ڈوب کر وفات پاگیا، اللہ تعالیٰ اُس کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرما کر اِن سب کے حق میں اُس کو آخرت میں سفارشی بنادیں

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ

اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطاء فرمائے ۔جامعہ مدنیہ جدید اَور خانقاہِ حامدیہ میں اَیصالِ ثواب کرایا گیا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

قسط : ۱

توبہ نامہ

﴿ جناب پروفیسر یوسف سلیم صاحب چشتی مرحوم ﴾

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ (القرآن)

بیشک اللہ پر توبہ کی قبولیت کا حق صرف اُن لوگوں کے لیے ہے جو جہالت میں

بدی کا اِرتکاب کر بیٹھتے ہیں لیکن پھر جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں

مولانا سیّد حسین اَحمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اپنے سابقہ گستاخانہ

اَور توہین آمیز رویّے پر اعترافِ تقصیر و اظہارِ ندامت [1]

اَور علامہ اقبال مرحوم کے اَشعار متعلقہ مولانا سیّد حسین اَحمد مدنیؒ کی ضروری وضاحت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نحمدهٗ ونصلی علٰی رسوله الكريم اما بعد!

رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيرًا وَّ اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ

فَاغْفِرْلِيْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ

مقدمہ :

اِس تحریر سے دو مقاصد میرے پیشِ نظر ہیں۔ پہلا مقصد تو یہ ہے کہ گزشتہ زندگی (۱۹۳۷ تا ۱۹۵۴) میں مجھ سے جس قدر گستاخیاں حضرتِ اَقدس مجاہدِ اعظم شیخ الاسلام آیۃ من آیات اللہ الصمد سیّدی وشیخی وسندی الحاج الحافظ اَلمولوی اَلسیّد حسین اَحمد مدنی قدس سرہُ العزیز کی شانِ رفیع البُنیان میں سرزد ہوئی ہیں اُن پر اللہ تعالیٰ اَور اُس کے بندوں کے سامنے غیر مشروط اَنداز میں اِظہارِ ندامت اَور اعترافِ تقصیر اَور اِقرارِ جرم کروں اَور بارگاہِ اِیزدی میں صدقِ دِل سے اِستغفار کروں۔

---

[1] بعد اَزاں تسکین صدر کی خاطر امام الاولیاء الشیخ حضرت مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ کے دستِ اَقدس پر بیعت کر کے اپنی تقصیر کی مزید عملی تلافی کر دی، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

دُوسرا مقصد یہ ہے کہ ایک اہم تاریخی واقعہ کی وضاحت کر دُوں اَور حقائق کو اُن کی اصل شکل میں پیش کر دُوں۔ اِس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جنوری ۱۹۳۸ء میں ڈاکٹر اقبال مرحوم نے محض اَخباری اِطلاع کی بناء پر تین اَشعار سپرد قلم کیے تھے جن کی وجہ سے علمی اَور دینی حلقوں میں ایک ہنگامہ برپا ہوگیا تھا۔ جناب طالوت نے ڈاکٹر صاحب کی توجہ اِس حقیقت کی طرف مبذول و منعطف کرائی کہ حضرتِ اقدسؒ نے اپنی تقریر میں مسلمانوں کو یہ مشورہ نہیں دیا تھا کہ وطن کو اَساسِ ملت بنالو اِس لیے دیانت وعدالت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ اعلان کردیں کہ اَب مجھے حضرت مولانا حسین اَحمد صاحب پر اعتراض کا کوئی حق باقی نہیں رہتا تو ڈاکٹر صاحب مرحوم کا یہ اعلان روزنامہ ''احسان'' لاہور میں ۲۸ / مارچ ۱۹۳۸ء کو شائع ہوگیا تھا لیکن قوم کی بد قسمتی سے ۲۱ / اپریل کو ڈاکٹر صاحب کا اِنتقال ہوگیا۔

جبکہ اُن کا آخری مجموعۂ کلام موسوم بہ ''اَرمغانِ حجاز'' نومبر ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا۔ اگر یہ مجموعہ اُن کی زندگی میں شائع ہوتا تو مجھے یقین ہے کہ وہ اِن تین اَشعار کو حذف کر دیتے یا حاشیہ میں اِس حقیقتِ حال کو واضح کر دیتے کہ میں نے یہ اَشعار غلط اَخباری اِطلاع کی بناء پر لکھے تھے بعد اَزاں حضرت مولانا نے اَخباری رپورٹ کی تردید کردی اِس لیے اِن اَشعار کو کالعدم یا مسترد سمجھنا چاہیے، لیکن اَفسوس کہ یہ مجموعہ اُن کی وفات کے بعد شائع ہوا اِس لیے نہ اِن اَشعار کو حذف کیا گیا اَور نہ حاشیے میں حقیقتِ حال کو واضح کیا گیا۔

نتیجہ اِس غفلت اَور کوتاہی کا یہ نکلا کہ گزشتہ تیس سال سے مسلمانانِ عالم بالعموم اَور مسلمانانِ پاکستان بالخصوص اِن اشعار کی بناء پر حضرتِ اَقدسؒ سے بدگمان ہوتے چلے آرہے ہیں، اِس لیے میں نے مناسب سمجھا کہ اپنی غلطی کے اعتراف کے ساتھ ساتھ ملتِ اِسلامیہ کے نوجوانوں کی اصلاحِ خیال کا فریضہ بھی اَنجام دے دُوں تاکہ وہ سوءِ ظن کے گناہ سے محفوظ ہو جائیں۔

میں اُن اَشعار کو تو خارج نہیں کرسکتا مگر مسلمانوں کو یہ تو بتا سکتا ہوں کہ حضرتِ اَقدسؒ نے اپنی تقریر میں نہ تو یہ فرمایا تھا کہ ملت کی بنیاد وطن ہے اَور نہ مسلمانوں کو یہ مشورہ دیا تھا کہ تم وطن کو اپنی ملت کی بنیاد بنالو۔ یہ اَشعار بلا تحقیقِ حال سپرد قلم ہو گئے تھے چنانچہ جب ڈاکٹر صاحب پر حقیقت منکشف ہوئی تو اُنہوں نے اپنے الفاظ واپس لے لیے تھے بالفاظ دیگر اِن اَشعار کو قلم زد کر دیا تھا۔ دُعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول فرمائے اَور میری اِس تحریر کو عامة المسلمین کے لیے نافع بنائے، آمین۔

باب اَوّل

اعترافِ جرم و گناہ و خطاء و اِستغفار اَز خالق اَرض و سماء

فصلِ اَوّل :

اِنسانی فطرت ہے کہ اُسے اختلافِ رائے برداشت کرنا بہت ہی مشکل ہوتا ہے اَور عموماً ایسا ہوتا ہے کہ اپنے مخالف کو زِک پہنچانے میں کوئی کسر نہیں رکھی جاتی۔ اگر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ واضح ہو جائے گا کہ جن لوگوں نے سلاطینِ وقت سے اِختلاف کیا تو اِختلاف کرنے والوں کو اُنہوں نے طاقت کے نشے میں مست ہو کر یا قتل کر دیا یا محبوس۔ اَور جنہوں نے علماءِ سوء سے اِختلاف کیا تو اُنہیں علماءِ سوء نے دائرہ اِسلام سے خارج کر دیا، چند مثالیں درج کرتا ہوں۔

(۱) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بادشاہِ وقت سے اِختلاف کیا تو اِس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تو اُنہوں نے قیدخانہ میں وفات پائی۔

(۲) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (التوفی ۲۴۱ھ) نے مسئلہ خلقِ قرآن میں مامون سے اِختلاف کیا تو اُس نے اِن کو بے دریغ اپنے ظلم وستم کا نشانہ بنایا۔

(۳) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو والیٔ بخارا نے جلاوطن کر ڈالا۔

(۴) ۴۵۰ھ میں اَشاعرہ پر حکومت کی طرف سے مصائب کا نزول ہوا اَور ابن حزم ظاہری (التوفی ۴۵۶ء) نے اِنہیں گمراہ قرار دیا۔

(۵) امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (التوفی ۷۲۸ھ) کو علماء نے کافر قرار دیا۔

(۶) محمد عبدالوہاب نجدی (التوفی ۱۲۰۱ھ) نے اپنے مخالفوں کو کافر قرار دیا۔

(۷) ہمارے زمانہ میں بریلی کے ایک بزرگ نے بیک جنبش قلم تمام علماءِ دیوبند کو دائرہ اِسلام سے خارج کر دیا کیونکہ یہ حضرات مشرکانہ عقائد اَور مبتدعانہ اعمال میں خان صاحب سے متفق نہیں تھے۔

پہلے یہ متعصّبانہ اَور ظالمانہ روِش اَور تنگ نظری صرف عقائد تک محدود رہا کرتی تھی مگر ستم بالائے ستم یہ ہوا کہ یہ بیماری سیاست کی دُنیا میں بھی داخل ہوگئی۔ جن لوگوں نے ۱۹۳۲ء سے ۱۹۴۷ء تک کا پُر آشوب دَور دیکھا ہے اُن سے یہ حقیقت مخفی نہیں ہے کہ حامیانِ مسلم لیگ اُن تمام مسلمانوں کے اِسلام کو شک اَور شبہ کی

نگاہ سے دیکھتے تھے جواُن سے دلائلِ واضحہ اَور براہین نیرہ کی بناء پر اِختلاف کرتے تھے۔ نیز بلا اِستثنا اُن تمام مسلمانوں کو غدارِ قوم، ضمیر فروش اَور ہندوؤں کے زرخرید کہا کرتے تھے۔

نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی (جب ہوش رُخصت ہو جاتا ہے اَور صرف جوش کارفرما ہوتا ہے تو ہمیشہ یہی ہوتا ہے) کہ مسلم لیگ کو کفر و اِسلام کا معیار بنالیا گیا تھا چنانچہ ہر شخص بہانگِ دہل یہ اعلان کیا کرتا تھا کہ ''مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ'' حالانکہ کفر و اِسلام کا معیار کسی سیاسی جماعت میں شرکت نہیں ہے بلکہ اتباعِ شریعتِ محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والتسلیم ہے اَور طرفہ تماشہ یہ ہے جس پر آج میری عقل بھی حیران ہے کہ مسلم لیگ تو وہ جماعت تھی جس میں داخلے کے لیے نہ مسلمانوں کی سی صورت شرط تھی نہ اُن کی سی سیرت، نہ نماز روزے کی پابندی شرط تھی نہ دین سے واقفیت، اہلِ قرآن، اہلِ حدیث، اہلِ فقہ اَور اہلِ تصوف، بریلوی اَور دیوبندی، سنی اَور شیعہ، احمدی اَور کمیونسٹ سب اِس کے رُکن بن سکتے تھے اَور ۱۹۴۱ء میں اِس کا صدر وہ شخص تھا جس کے ہم خیالوں کو اِسلام سے خارج قرار دینے کے لیے ۱۹۵۳ء میں کراچی سے لاہور تک زبردست ہنگامہ برپا ہوا تھا۔

مختصر یہ کہ اُس زمانے میں ہم لوگ یہ سمجھتے تھے کہ جو مسلمان مسلم لیگ میں شامل نہیں ہے وہ مسلمان کا خیر خواہ نہیں ہے خواہ کتنا ہی بڑا عالمِ دین کیوں نہ ہو۔ یہ تصور کہ جو مسلمان لیگ میں نہیں ہے وہ ہندوؤں کا غلام ہے، ضمیر فروش ہے، غدارِ قوم ہے، عوام کا تو ذکر ہی کیا ہے، خواص کے دماغوں پر بھی مسلط ہو چکا تھا چنانچہ وہی مولانا ظفر علی خاں جنہوں نے حضرتِ اَقدس مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں یہ شعر کہا تھا۔

گرمیٔ ہنگامہ تیری آج حسین احمد سے ہے
جس سے ہے پرچم روایاتِ سلف کا سربلند

جب مسلم لیگ میں شامل ہوئے تو اُن کی ذہنی پستی کا یہ عالم ہو گیا کہ اُنہوں نے اُسی حسین احمد سے یوں خطاب کیا اَور ایک لمحے کے لیے بھی یہ نہ سوچا کہ میں کس عظیم المرتبت ہستی کو مخاطب بنا رہا ہوں ۔

حسین احمد سے کہتے ہیں مدینے کے خزف ریزے
کہ لٹو ہو گئے کیا آپ بھی سنگم کے موتی پر

اِس شعر سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ سیاسی اِختلاف کی وجہ سے شیخ الاسلام مجاہد اعظم

حضرت مولانا حسین اَحمد صاحب مدنی قدس سرہُ العزیز کا علمی اَخلاقی اَور رُوحانی مقام خان مرحوم کی نگاہوں سے اَوجھل ہوگیا تھا۔

حقیقتِ حال یہ ہے کہ جن لوگوں نے لیگ سے اِختلاف کیا تھا خصوصًا اَرکانِ جمعیت علماءِ ہند اُن کی نیت نیک تھی، وہ ہرگز ضمیر فروش یا غدارِ قوم یا ہندوؤں کے زَرخرید نہیں تھے، چنانچہ عزت مآب صدر مملکت پاکستان بالقابہ [1] نے بھی اپنی شہرہ آفاق تصنیف'' Friends not Masters '' میں اِس بات کا اعتراف کیا ہے، چنانچہ صفحہ ۲۰۰ پر لکھتے ہیں :

> ''سب لوگ جانتے ہیں کہ بہت سے علماء نے قائداعظم سے علی الاعلان اِختلاف کیا تھا اَور پاکستان کے تصور کی تردید کی تھی لیکن میرے اِس قول کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جن علماء نے تشکیل پاکستان کی مخالفت کی تھی وہ سب ضمیر فروش تھے، اُن میں قابل اَور مخلص لوگ بھی تھے۔ ہاں بعض لوگ اَیسے بھی تھے جو یہ سمجھتے تھے کہ پاکستان کی تشکیل سے اِن کا اِقتدار ختم ہوجائے گا۔'' [2]

فی الجملہ حقیقت یہی ہے کہ جمعیۃ علماء کے اَرکان نہ قوم کے بدخواہ تھے نہ ضمیر فروش بلکہ وہ علیٰ وجہ البصیرت یہ سمجھتے تھے کہ نہ تو تقسیمِ ہند سے ہندی مسلمانوں کا مسئلہ حل ہوسکے گا کیونکہ اُن کی ۱/۳ آبادی ہندوستان میں ہندوؤں کے رحم وکرم پر رہ جائے گی اَور وہ اُنہیں اپنے اِنتقام کا نشانہ بنائیں گے اَور نہ پاکستان میں اِسلامی حکومت قائم ہو سکے گی کیونکہ لیگ کے اَربابِ حل وعقد کی غالب اکثریت نہ دین سے واقف ہے اَور نہ اُن کی زندگی اِسلام کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہے۔ لیکن حامیانِ لیگ نے مخالفت کے جوش میں اِسلامی تہذیب اَور علماءِ دین کے احترام دونوں باتوں کو طاق پر رکھ دیا اَور اِختلاف کرنے والوں کے ساتھ ہر قسم کی بدسلوکی رَوا رکھی بلکہ اِس پر فخر کیا۔ ذیل میں اِس کی دو مثالیں درج کرتا ہوں :

---

[1] مراد ہیں سابق صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد اَیوب خان صاحب، واضح رہے کہ یہ تحریر آج سے کئی سال قبل کی ہے۔ (سلیم چشتی)

[2] عزت مآب صاحب صدر بالقابہ کے اِس خیال سے مجھے کلیۃً اِتفاق نہیں ہے۔ (سلیم چشتی)

(۱) جب وہ ٹرین جس میں لیگ کے مخالف مسلمان قائدین سفر کر رہے تھے علی گڑھ پہنچی تو یونیورسٹی کے مسلمان طلباء نے اُن کے کمپارٹمنٹ کے سامنے کھڑے ہو کر ایسی نازیبا اَور خلافِ تہذیب حرکات کیں جن کی وضاحت بذاتِ خود خلافِ تہذیب ہے اَور اگر وضاحت بھی کی جائے تو کوئی شخص یقین نہیں کرے گا کہ کوئی شریف آدمی اِن حرکات کا مرتکب ہوسکتا ہے۔

(۲) جب حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمہ اللہ سید پور ریلوے اسٹیشن پر پہنچے تو حامیانِ لیگ کا ایک اَنبوہِ کثیر پلیٹ فارم پر جمع ہوگیا۔ اُن لوگوں نے حضرت اَقدس رحمہ اللہ کو گالیاں دیں اَور جب حضرت رحمہ اللہ موصوف پلیٹ فارم پر اُترے تو مخالفین نے حضرت کو زمین پر گرانے کی کوشش کی اَور گریبان پھاڑ دیا اَور ایک شخص نے عمامہ سر سے اُتار لیا اَور پہلے اُسے پاؤں سے رَوندا پھر نذرِ آتش کر دیا۔ (حیاتِ شیخ الاسلام ص ۲۳۲ تا ۲۳۴)

میں نے دِل پر جبر کر کے صرف دو واقعات درج کردیے ہیں۔ تفصیل سے عمدًا اِجتناب کیا ہے۔ مقصد صرف یہ دِکھانا ہے کہ اُس زمانہ میں حامیانِ لیگ کی ذہنیت ایسی ہوگئی تھی کہ جو شخص اُن سے سیاسی اعتبار سے اِختلاف کرتا تھا اُس کے ساتھ ہر بدسلوکی اَور بے اَدبی رَوا رَکھی جاتی تھی بلکہ اُسے کارِ ثواب سمجھا جاتا تھا۔

آج جب بیس سال کے بعد ایک طرف ہمارے جوش اَور ہیجان میں سکون کا رنگ پیدا ہوگیا ہے اَور دُوسری طرف زندگی کے تلخ تر حقائق نے ہماری آنکھیں بھی کھول دی ہیں تو ہم پرانے مسلم لیگی اُن لوگوں کو رَواداری کا اُپدیش دے رہے ہیں جو اپنے سیاسی مخالفوں کو دائرہ اِسلام سے خارج سمجھتے ہیں مثلاً پاکستان کے نامور صحافی میم شین نے (جسے میں اپنے چھوٹے بھائیوں کی طرح عزیز رکھتا ہوں) اپنے ایک مضمون میں جو نوائے وقت مورخہ ۱۴ رنومبر ۱۹۶۷ء میں شائع ہوا تھا مسلمانانِ پاکستان کو یہ مشورہ دیا تھا :

''لیکن اِس کا مطلب یہ نہیں ہونا چاہیے کہ ہم صہیونیت کے پروپیگنڈے کے زیرِ اَثر نہیں (جمال عبدالناصر صدر جمہوریہ مصر) فرعون کی نسل کا علمبردار اَور بھارت کے مقابلے میں پاکستان کا نقاد بنا کر اپنے لوگوں کے سامنے پیش کرنا جاری رکھیں۔ صدر ناصر عقائد کے لحاظ سے پکے اَور سچے مسلمان ہیں اَور ہمیں مسلمانوں کو مسلمان ہی رہنے دینا چاہیے۔''

سبحان اللہ ! آج اِس درسِ اخوت کی صداقت میں کس پاکستانی کو شک ہو سکتا ہے لیکن میں بڑے بھائی کی حیثیت ۱؎ سے اپنے پیارے میم شین سے پوچھتا ہوں جب قوم پرور مسلمان (کانگرسی، جمعیتی اَور احراری) زعمائے مسلم لیگ کے خدمت میں یہی حقیقتِ ثابتہ (یہی درسِ اخوت و اِنسانیت) بایں الفاظ پیش کیا کرتے تھے کہ :

''یہ سچ ہے کہ جمعیۃ العلماء اَور مجلسِ احرار کے اَرکان تقسیمِ ہند کے حامی نہیں ہیں کیونکہ وہ اِس کو اپنی فراستِ مؤمنانہ کی روشنی میں مسلمانوں کے لیے بہت مضر سمجھتے ہیں لیکن اِس کا یہ مطلب نہیں ہونا چاہیے کہ ہم لیگ کے پروپیگنڈے کے زیرِ اَثر اُنہیں ہندوؤں کا حاشیہ بردار اَور کفر کا علمبردار اَور مسلمانوں کے مقابلے میں غیر مسلموں کا حامی بنا کر اپنے (مسلمان) لوگوں کے سامنے پیش کرنا جاری رکھیں۔ حضرت مولانا حسین احمد مدنی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری اَور مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی اَور اُن کے ہم خیال حضرات عقیدے کے اعتبار سے سچے اَور پکے مسلمان ہیں اَور ہمیں مسلمانوں کو مسلمان ہی رہنے دینا چاہیے۔

تو کونسا مسلم لیگی اُن کی اِس معقول بات کو تسلیم کرنے کے لیے تیار ہوتا تھا یا ہو سکتا تھا؟ اُس زمانے میں تو سیاسی اعتبار سے اِختلاف کرنے والے مسلمانوں کے خلاف نفرت و عداوت کا یہ عالم تھا کہ جب ''الجمعیۃ'' نے علی گڑھ ریلوے اسٹیشن پر طلباء کی گستاخی اَور

۱؎ میں نے اپنی اِس حیثیت کو بطورِ سپر استعمال کیا ہے، کیونکہ اِس ملک میں یہ خیال روز بروز پختہ ہوتا جا رہا ہے کہ ہم کو کامل آزادی، ہر بات کی آزادی حاصل ہو چکی ہے، اِس لیے کسی شخص کو ہمیں نصیحت کرنے کا حق حاصل نہیں ہے، چنانچہ آج فجر کی نماز کے علاوہ ہر نماز کے وقت مسلمان پوری آواز کے ساتھ مسجد سے ملحق ہر ہوٹل میں فلمی گانوں کے ریکارڈ بجاتا رہتا ہے اَور کراچی شریف سے لے کر لاہور شریف تک کسی مسلمان میں یہ جرأت نہیں ہے کہ اُس مسلمان سے یہ کہہ سکے کہ اِس شور وغل سے نمازیوں کے نماز میں اَور مریضوں کے آرام میں خلل پڑ رہا ہے۔ اِس عاجز نے اِس مسئلہ پر بہت غور کیا کہ اِس کی کیا وجہ ہے کہ جب ہندوستان میں ہندو مسجد کے پاس سے باجا بجاتے گزر جاتے تھے تو مسلمانوں کی نماز میں شدید خلل رُونما ہو جاتا تھا لیکن پاکستان میں چوبیس گھنٹے مسجدوں کے پہلو میں فلمی گانے سمع خراشی کرتے رہتے ہیں مگر کسی کی نماز میں خلل نہیں پڑتا، کہیں اَیسا تو نہیں ہے کہ باجا مشرف باسلام ہو گیا ہے، بینو و توجروا۔

بدتہذیبی پر صدائے احتجاج بلند کی تو ڈان نے بڑے فخر کے ساتھ یہ لکھا تھا کہ

''گلدستوں کے بجائے اُن لوگوں کے حصے میں اینٹ پتھر ہی آئیں گے۔''

میرا مطلب اِس تلخ نوائی سے صرف اِس قدر ہے کہ اُس زمانے میں ذہنیت ہی اِس قسم کی ہوگئی تھی کہ ہم نے حفظِ مراتب کو بالائے طاق رکھ دیا تھا اَور یہ راقم سیہ کار بھی اِسی کشتی میں سوار اَور اِسی غلطی کا شکار تھا یعنی میں بھی یہی سمجھتا تھا کہ جو مسلمان لیگ میں نہیں ہے وہ مسلمانوں کا خیر خواہ نہیں ہے۔ اِس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جو علماء لیگ میں نہیں تھے اُن کی عظمت، وقعت، عزت اَور منزلت میرے دِل سے بالکل نکل گئی تھی حالانکہ اَب بیس سال کے بعد جب اِس حماقت پر غور کرتا ہوں تو عرقِ ندامت میں غرق ہو جاتا ہوں مثلاً صرف ایک واقعہ ذیل میں درج کرتا ہوں :

''اَپریل ۱۹۴۱ء میں مجھے اَنجمن تبلیغ الاسلام چونڈہ ضلع سیالکوٹ کے سالانہ جلسے میں تقریر کی دعوت موصول ہوئی چونکہ یہ اَنجمن غیر سیاسی تھی اِس لیے اِس کے جلسوں میں لیگی اَور غیر لیگی ہر مکتبِ خیال کے مقررین مدعو کیے جاتے تھے چنانچہ دیوبند سے حضرت مدنی ؒ اَور شجاع آباد سے قاضی احسان احمد مرحوم بھی تشریف لائے تھے۔

اُس زمانے میں میری ذہنی کیفیت یہ تھی کہ میں غیر سیاسی جلسوں میں بھی ایسا موضوع اختیار کیا کرتا تھا جس کی تان بالآخر سیاست پر ٹوٹ سکے تاکہ میں لیگ کا پروپیگنڈا کرسکوں [1]۔ چنانچہ یہاں بھی یہی کیا۔ جلسہ ختم ہوجانے کے بعد میرے دوست قاضی احسان احمد مرحوم میرے کمرے میں تشریف لائے اَور کہنے لگے کہ حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی جو آپ کی تقریر کے وقت سٹیج پر تشریف فرما تھے، آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ نیز یہ فرمایا ہے کہ اگر آپ میرے پاس چل کر آنا پسند نہ کریں تو میں خود آپ سے ملنے آسکتا ہوں۔

---

[1] مثلاً اَنجمن مدرسۃ البنات جالندھر ایک غیر سیاسی انجمن تھی مگر میں نے ۱۹۳۴ء سے ۱۹۴۳ء تک ہر سال اِس اَنجمن کے پلیٹ فارم سے لیگ ہی کا پروپیگنڈہ کیا، جس کی یاد اُس زمانے کے سامعین کے دِلوں سے اَبھی تک محو نہیں ہوئی ہے۔

یہ پیغام سن کر میں نے قاضی صاحب سے بلا تأمل کہا کہ میرے اَور مولانا کے سیاسی عقائد واَفکار میں بُعد المشرقین ہے اِس لیے اِس ملاقات سے کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوگا۔ میرے محترم قاضی صاحب مرحوم یہ غیر متوقع جواب بے صواب سن کر خاموشی کے ساتھ واپس چلے گئے۔ آج ستائیس سال کے بعد میں اِس تلخ حقیقت کا اِعتراف ضروری سمجھتا ہوں کہ جس بات نے مجھے اِس جواب پر آمادہ کیا تھا وہ یہ تھی کہ علامہ اقبال مرحوم کا اعلان مندرجہ اَخبار ''احسان'' مورخہ ۲۸ / مارچ ۱۹۳۸ء تو میرے دماغ سے محو ہو گیا تھا لیکن یہ مصرع ہنوز ذہن نشین تھا کہ : ع

چہ بے خبر ز مقام محمد عربی اَست

اِس کا مطلب صاف لفظوں میں یہ ہے کہ حضرت اَقدسؒ سے گفتگو یا ملاقات دونوں باتوں کو میں اپنے زعمِ باطل میں اپنے مرتبہ موہومہ سے فروتر سمجھتا تھا۔

میں نے یہ وضاحت اِس لیے کی ہے کہ پاکستان میں جن لوگوں سے حضرت اَقدسؒ کا علمی، دینی، اخلاقی اَور رُوحانی مقام اَبھی تک پوشیدہ ہے وہ سب اِسی طرح شدید غلط فہمی میں مبتلاء ہیں جس طرح میں اُس زمانہ میں مبتلا تھا، چونکہ اللہ کے فضل وکرم سے مجھ پر حضرت اَقدسؒ کا رُوحانی مقام منکشف ہو چکا ہے اِس لیے میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اُس زمانہ کے مسلمانوں کو یاد دِلاؤں کہ علامہ مرحوم نے اُن اَشعار کو جن کی وجہ سے حضرت اَقدسؒ کے رُوحانی مقام کے بارے میں مسلمانوں کو غلط فہمی ہوئی کالعدم قرار دے دیا تھا۔ اگر اَرمغانِ حجاز اُن کی زندگی میں شائع ہوتی تو وہ یہ اَشعار یقیناً حذف کر دیتے۔ اِس کی تفصیل آئندہ اَوراق میں ملے گی۔

باز آمدم بر سرِ مطلب۔ دُوسرے دِن ناشتے سے فارغ ہو کر بیٹھا تھا کہ قاضی صاحب مرحوم دوبارہ میرے پاس تشریف لائے اَور کہنے لگے کہ حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ گفتگو سے میرا مقصد اُسی بعد المشرقین کو دُور کرنا ہے۔ آپ نے گزشتہ شب اپنی تقریر میں بڑے یقین کے ساتھ یہ دعوی کیا ہے کہ پاکستان میں اِسلامی حکومت علی منہاج النبوۃ قائم ہوگی جس کا مطلب دُوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ پاکستان میں شرعی احکام کا نفاذ ہوگا لیکن آپ نے اپنے اِس دعوے پر کوئی دلیل نہیں دی، لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے یہ بتائیں کہ اِس دعوے پر آپ کے پاس دلیل کیا ہے؟ قاضی صاحب مرحوم کی زبان سے حضرت اقدس کا یہ

پیغام صداقت النیام سن کر میں مبہوت و ششدر ہو کر رہ گیا کیونکہ سچی بات یہ ہے کہ میرے پاس اپنے دعوے پر کوئی دلیل (نہ معقول نہ غیر معقول) نہیں تھی۔ میری حالت ۱۹۳۶ء سے ۱۹۴۷ء تک یہ رہی کہ میں خداوندانِ لیگ پر ایمان بالغیب رکھتا تھا جو اعلانات اَور دعاوی وہ لوگ اپنی تقریروں اَور اپنے بیانات میں قوم کے سامنے بلکہ دُنیا کے سامنے کرتے رہتے تھے میں اُن پر آنکھ بند کر کے اِیمان لے آتا تھا اَور اپنی دعاوی کو اقبال کے کلام بلاغت نظام سے مزین کر کے اَور کانگرس پر طنز و مزاح سے چٹ پٹا کر کے اپنی تقریروں میں بیان کر دیا کرتا تھا۔

اَور جب کبھی میرا ذہن مجھ سے کہتا تھا کہ جو کچھ تو کہتا ہے اِس پر تیرے پاس دلیل کیا ہے تو میں اُسے یہ کہہ کر مطمئن کر دیا کرتا تھا کہ بھلا لیگ ہائی کمان کے سربرآوردہ اَرکان جو قدوۃ القوم ہی نہیں بلکہ زبدۃ القوم بھی ہیں، جھوٹ بول سکتے ہیں یا اپنی بھولی بھالی اَور نوے فیصد جاہل قوم کو دھوکا دے سکتے ہیں؟ چونکہ یہ اَمر ممکن الوقوع نہیں اِس لیے منطقی اعتبار سے اِس کا عکس صحیح ہوگا یعنی یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں وہ بالکل سچ ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ برہان نہیں ہے بلکہ سفسط اَور مغالطہ ہے جو میں اُس زمانے میں اپنے نفس کو دیا کرتا تھا لیکن جماعتی تعصب اِنسان کو ایسا اَندھا کر دیتا ہے کہ وہ حسن اَور قبیح میں اِمتیاز نہیں کر سکتا یعنی وہ سفسط کو برہان اَور مغالطے کو دلیل سمجھنے لگتا ہے۔

چنانچہ میں نے یہ غیر معقول بات کہہ کر قاضی صاحب مرحوم سے اپنا پیچھا چھڑا لیا کہ جس طرح اُنہیں (حضرت اَقدس کو) یہ یقین ہے کہ پاکستان میں اِسلامی حکومت ہرگز قائم نہیں ہوگی اِسی طرح مجھے یہ یقین ہے کہ ضرور قائم ہوگی اِس لیے گفتگو بے کار ہے اَور ملاقات [1] بے سود۔

---

[1] کس کا قیاس صحیح نکلا اَور کس کا غلط؟ اِس کا کچھ اَندازہ ''نوائے وقت'' لاہور مؤرخہ ۶ / جون ۱۹۶۸ء کے لیڈر (اداریے) کے اِس جملے سے بخوبی ہوسکتا ہے : ''پاکستان میں اگر شروع سے اِسلامی نظریات و شعائر، اِسلامی ضابطۂ حیات اَور اِسلام کے نظامِ مالیات و قانون کو اِختیار کرنے کی کوشش کی جاتی تو آج حالات یقیناً مختلف ہوتے اَور کسی کو یہ کہنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی کہ ملک کے تمام دولت آفریں وسائل پر اَور تمام تر دَولت پر مٹھی بھر اَفراد کا قبضہ ہے۔'' اِس معصوم تمنا کے جواب میں نصیر دہلوی کا یہ شعر مدیرِ نوائے وقت کی خدمت میں پیش کرنے کو جی چاہتا ہے ؎

خیالِ زُلف میں شب بھر نصیر پیٹا کر
گیا ہے سانپ نکل اَب لکیر پیٹا کر

جیسا کہ پہلے واضح کر چکا ہوں کہ میں حضرت اَقدسؒ کی طرف سے بدگمان تھا یعنی نفس اَمارہ کے پھندے میں گرفتار تھا اِسی لیے میں نے حضرت اقدسؒ کی شان میں گستاخی کا اِرتکاب کیا۔ لٰہذا اَب جبکہ حضرت اَقدسؒ کی جلالتِ شان، للّٰہیت، بزرگی بارگاہِ رسالت میں اُن کی قدرومنزلت مجھ پر آشکار ہو چکی ہے اِس لیے بصمیمِ قلب، اِنتہائی عاجزی اَور فروتنی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے اپنی خطا اَور گستاخی کی معافی طلب کرتا ہوں، اِستغفار کرتا ہوں، توبہ کرتا ہوں، اِظہارِ ندامت کرتا ہوں اَور اِس اِعترافِ گناہ کو اِس نیت سے شائع کرتا ہوں کہ قارئین میرے حق میں دُعاء کریں کہ اللہ تعالیٰ میری توبہ کو قبول فرمالے اَور میرے گناہوں کو معاف کردے اَور قیامت کے دِن مجھ سے اِس گستاخی پر مواخذہ نہ کرے جو میں نے اُس کے مقرب بارگاہ بندے کی جناب میں رَوا رکھی تھی۔ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا عَظِیْمًا. (جاری ہے)

سراج الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا صبر

﴿ مولانا محمد عثمان سلیم صاحب، فاضل جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ آپ عشاء کی نماز پڑھ کر ایسی عبادت میں مشغول ہوتے کہ اُسی وضو سے نمازِ فجر اَدا فرماتے تھے چنانچہ آپ ساری رات عبادت میں مشغول رہتے اَور فجر کے نماز کے بعد درس و تدریس اَور تجارت وغیرہ کے کام اَنجام دیتے، ظہر کی نماز تک اِس میں مصروف رہتے، ظہر کی نماز کے بعد عصر تک سونے کا معمول تھا۔

ایک روز ظہر کی نماز کے بعد آپ گھر تشریف لے گئے اِتنے میں کسی نے دروازہ میں نیچے دستک دی۔ امام صاحبؒ اُٹھے زینے سے نیچے اُترے، دروازہ کھولا تو دیکھا ایک صاحب کھڑے ہیں۔ امام صاحبؒ نے آنے کی وجہ پوچھی تو اُس نے کہا ایک مسئلہ معلوم کرنا ہے۔ اِمام صاحبؒ غصہ نہیں ہوئے (کہ جب مسئلہ معلوم کرنے کا وقت تھا اُس وقت آئے نہیں اَب بے وقت پریشان کرنے کے لیے یہاں آگئے) بلکہ اِمام صاحبؒ نے فرمایا اچھا بھائی کیا مسئلہ معلوم کرنا ہے اُس نے کہا کہ میں کیا بتاؤں جب میں آرہا تھا تو اُس وقت مجھے یاد تھا کہ کیا مسئلہ معلوم کرنا ہے لیکن اَب بھول گیا کہ کیا مسئلہ پوچھنا تھا۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ اچھا جب یاد آجائے تو پھر پوچھ لینا آپ نے اُس کو برا بھلا نہ کہا نہ اُس کو ڈانٹا بلکہ خاموشی سے واپس اُوپر چلے گئے اَبھی جا کر بستر پر لیٹے ہی تھے کہ دوبارہ دستک ہوئی۔ آپ پھر اُٹھ کر نیچے تشریف آئے اَور دروازہ کھولا تو دیکھا وہی شخص کھڑا ہے۔ آپ نے پوچھا کیا بات ہے؟ اُس نے کہا حضرت وہ مسئلہ مجھے یاد آگیا تھا آپ نے فرمایا پوچھ لو اُس نے کہا کہ اَبھی تک تو یاد تھا آپ آدھی سیڑھی تک پہنچے تو میں وہ مسئلہ بھول گیا۔

امام صاحبؒ نے فرمایا اچھا بھائی جب یاد آجائے تو پوچھ لینا، یہ کہہ کر آپ واپس تشریف لے گئے اَور جا کر بستر پر لیٹ گئے اَبھی لیٹے ہی تھے کہ دوبارہ پھر دروازے دستک ہوئی آپ پھر نیچے تشریف لائے دروازہ کھولا تو دیکھا وہی شخص کھڑا ہے۔ اُس شخص نے کہا حضرت وہ مسئلہ یاد آگیا ہے۔ امام صاحبؒ نے پوچھا کیا مسئلہ ہے اُس نے کہا یہ مسئلہ معلوم کرنا ہے کہ اِنسان کی نجاست (پاخانہ) کا ذائقہ کڑوا ہوتا ہے یا میٹھا ہوتا

ہے۔ اَب اگر دُوسرا آدمی ہوتا، اَور وہ اَب تک ضبط بھی کر رہا ہوتا تو اِس سوال کے بعد تو اُس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو جاتا لیکن قربان جائیں امام صاحبؒ کے صبر پر، بہت اطمینان سے جواب دیا کہ اَگر اِنسان کی نجاست تازہ ہو تو اُس میں کچھ میٹھاس ہوتی ہے اَور اگر سوکھ جائے تو کڑواہٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر وہ شخص کہنے لگا کہ کیا آپ نے چکھ کر دیکھا ہے؟ العیاذ باللہ۔ حضرت امام صاحبؒ نے فرمایا ہر چیز کا علم چکھ کر حاصل نہیں کیا جاتا بلکہ بعض چیزوں کا علم عقل سے حاصل کیا جاتا ہے اَور عقل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تازہ نجاست پر مکھی بیٹھتی ہے خشک پر نہیں بیٹھتی۔ اِس سے پتہ چلا کہ دونوں میں فرق ہے ورنہ مکھی دونوں پر بیٹھتی۔

جب امام صاحب نے یہ جواب دیا تو اُس شخص نے کہا امام صاحب میں آپ کے سامنے ہاتھ جوڑتا ہوں۔ مجھے معاف کر دیں میں نے آپ کو بہت ستایا۔ لیکن آج آپ نے مجھے ہرا دیا۔ اِمام صاحبؒ نے فرمایا کہ میں نے کیسے ہرا دیا؟ اُس شخص نے کہا کہ ایک دوست سے میری بحث ہو رہی تھے۔ میرا کہنا یہ تھا کہ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ علماء کے اَندر سب سے زیادہ بردبار ہیں اَور وہ غصہ نہ کرنے ولا بزرگ ہیں۔ اَور میرے دوست کا کہنا یہ تھا کہ سب سے زیادہ غصہ نہ کرنے والے بزرگ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اَور ہم دونوں میں بحث ہوگئی اَب ہم نے آزمانے کے لیے یہ طریقہ سوچا تھا کہ میں اُس وقت آپ کے گھر پر آجاؤں جو آپ کے آرام کا وقت ہوتا ہے اَور اِس طرح دو تین مرتبہ آپ کو اُوپر نیچے دوڑاؤں اَور پھر آپ سے یہ بیہودہ سوال کروں، اَور یہ دیکھوں کہ آپ غصہ ہوتے ہیں یا نہیں؟ میں نے کہا کہ آپ غصہ ہو گئے تو میں جیت جاؤں گا اگر غصہ نہ ہوئے تو تم جیت جاؤ گے۔ لیکن آج آپ نے مجھے ہرا دیا۔ واقعی رُوئے زمین پر ایسا حلیم اِنسان جس کو غصہ نے کبھی چھوا بھی نہ ہو آپ کے علاوہ کوئی دُوسرا نہیں دیکھا۔ (ماخوذ اَز اِصلاحی خطبات مولانا تقی عثمانی)

سچ ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اُن ہی لوگوں میں سے تھے جن کے بارے میں قرآنِ پاک میں اِرشادِ خداوندی ہے :

"متقین وہ ہیں جو خرچ کرتے ہیں خوشی میں اَور تکلیف میں اَور جو ضبط کرنے والے ہیں غصہ کو اَور جو لوگ معاف کرنے والے ہیں۔ اَور اللہ محبت فرماتا ہے اچھے کام کرنے والوں سے۔" (سورۂ آلِ عمران آیت ۱۳۴)

۞ ۞ ۞

دینی مسائل

﴿ قَسم کھانے کا بیان ﴾

گھر میں جانے کی قَسم کھانے کا بیان :

مسئلہ : کسی نے قسم کھائی کبھی تیرے گھر نہ جاؤں گا۔ پھر اُس کے دروازے کی دہلیز پر کھڑا ہو گیا یا دروازے کے چھجے کے نیچے کھڑے ہو گیا اَندر نہیں گیا تو قَسم نہیں ٹوٹی۔ اَور اگر دروازے کے اَندر چلا گیا تو قسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ : کسی نے قَسم کھائی کہ اِس گھر میں نہ جاؤں گا پھر جب وہ گھر گر کر بالکل کھنڈر ہو گیا تب اُس میں گیا تو بھی قَسم ٹوٹ گئی اَور اگر بالکل میدان ہو گیا زمین برابر ہو گئی اَور گھر کا نشان بالکل مِٹ گیا یا اُس کا کھیت بن گیا یا مسجد بنائی گئی یا باغ بنالیا گیا تب اِس میں گیا تو قَسم نہیں ٹوٹی۔

مسئلہ : قَسم کھائی کہ اِس گھر میں نہ جاؤں گا پھر جب وہ گر گیا اَور پھر سے بنوالیا گیا تب اُس میں گیا تو قَسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ : کسی نے قَسم کھائی کہ تیرے گھر نہ جاؤں گا پھر کوٹھا پھاند کر آیا اَور چھت پر کھڑا ہو گیا تو اگر چھت بغیر پردے اَور دیوار کے ہو تو قسم نہیں ٹوٹی اَور اگر پردہ اَور دیوار ہو گی تو قسم ٹوٹ گئی اگر چہ نیچے نہ اُترے۔

مسئلہ : کسی نے گھر میں بیٹھے ہوئے قسم کھائی کہ اَب یہاں کبھی نہ آؤں گا۔ اِس کے بعد تھوڑی دیر بیٹھا رہا تو قَسم نہیں ٹوٹی چاہے جتنے دِن وہیں بیٹھا رہے جب باہر جا کر پھر آئے گا تب قَسم ٹوٹی گی۔ اَور اگر قَسم کھائی کہ یہ کپڑا نہ پہنوں گا یہ کہہ کر فورًا اُتار ڈالا تو قسم نہیں ٹوٹی اَور اگر فورًا نہیں اُتارا کچھ دیر پہنے رہا تو قَسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ : قَسم کھائی کہ اِس گھر میں نہ رہوں گا اِس کے بعد فورًا اِس گھر سے اَسباب اُٹھالے جانے کا بندوبست کرنا شروع کر دیا تو قَسم نہیں ٹوٹی۔ اَور اگر فورًا نہیں شروع کیا کچھ دیر ٹھہر گیا تو قَسم ٹوٹ گئی۔ اَور اگر قسم

کھانے کے بعد خود تو نکل گیا اَور اپنی ضرورت کا سامان نہیں نکالا تب بھی قَسم نہیں ٹوٹی۔ یہ حکم اُس وقت ہیں جب اپنے گھر والوں سے قسم کھائی ہو۔ اَور اگر مکان کرایہ پر ہو اَور مالک مکان سے کہا ہو یا مشترکہ مکان ہو اَور دیگر رہنے والوں سے قسم کھا کر کہا ہو تو اگر خود نکل جائے گا اَور اپنے گھر والوں کو اَور اپنے سامان کو وہیں چھوڑ دے گا تو قَسم ٹوٹ جائے گی۔

مسئلہ : قَسم کھائی کہ اَب تیرے گھر میں قدم نہ رکھوں گا۔ تو مطلب یہ ہے کہ نہ آؤں گا تو عورت اگر ڈولی میں سوار ہو کر آئی اَور گھر میں اُسی ڈولی پر بیٹھی رہی قدم زمین پر نہیں رکھے تب بھی قَسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ : کسی نے قسم کھا کر کہا تیرے گھر کبھی نہ کبھی ضرور آؤں گا پھر آنے کا اِتفاق نہیں ہوا تو جب تک زندہ ہے قَسم نہیں ٹوٹی مرتے وقت قَسم ٹوٹ جائے گی۔ اُس کو چاہیے کہ اُس وقت وصیت کر جائے کہ میرے مال میں سے قَسم کا کفارہ دے دینا۔

مسئلہ : قَسم کھائی کہ فلاں کے گھر نہ جاؤں گا تو جس گھر میں رہتا ہو وہاں نہ جانا چاہیے چاہے خود اُسی کا گھر ہو یا کرایہ پر رہتا ہو یا مانگے کا ہو اَور بے کرایہ دیے رہتا ہو۔

مسئلہ : قَسم کھائی کہ تیرے یہاں کبھی نہ آؤں گا پھر کسی سے کہا کہ تو مجھے گود میں لے کر وہاں پہنچا دے اِس لیے اُس نے گود میں لے کر پہنچا دیا تب بھی قَسم ٹوٹ گئی۔ البتہ اگر اُس نے نہیں کہا اُس کے کہے بغیر کسی نے اُس کو لاد کے وہاں پہنچا دیا تو قَسم نہیں ٹوٹی اَور قَسم ختم بھی نہیں ہوئی۔ اِسی اگر قَسم کھائی کہ اِس گھر سے کبھی نہ نکلوں گا پھر کسی سے کہا کہ تو مجھ کو لاد کر نکال لے چل اَور وہ لے گیا تو قَسم ٹوٹ گئی اَور اگر کہے بغیر لاد کر لے گیا تو نہیں ٹوٹی۔

کھانے پینے کی قَسم کھانے کا بیان :

مسئلہ : قسم کھائی کہ یہ دُودھ نہ پیوں گا پھر وہی دُودھ جما کر دہی بنا لیا تو اُس کے کھانے سے قَسم نہیں ٹوٹے گی۔

مسئلہ : بکری کا بچہ پلا ہوا تھا اِس پر قسم کھائی اَور کہا کہ اِس بچہ کا گوشت نہ کھاؤں گا پھر وہ بڑھ کر پوری بکری ہوگئی تب اُس کا گوشت کھایا تب بھی قَسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ : قَسم کھائی کہ گوشت نہ کھاؤں گا پھر مچھلی کھائی یا کلیجی یا اَوجڑی کھائی تو قَسم نہیں ٹوٹی۔ لیکن

اگر کسی جگہ اِن چیزوں کو بھی گوشت کہتے ہوں تو اِن کے کھانے سے قسم ٹوٹ جائے گی۔

مسئلہ : قَسم کھائی کہ روٹی نہ کھاؤں گا تو اُس دیس میں جن چیزوں کی روٹی کھائی جاتی ہے نہ کھانا چاہیے، نہیں تو قَسم ٹوٹ جائے گی۔

مسئلہ : قَسم کھائی کہ سری نہ کھاؤں گا تو چڑیا، بٹیر، مرغ وغیرہ پرندوں کا سر کھانے سے قَسم نہ ٹوٹے گی اگر بکری یا گائے کی سری کھائی تو قَسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ : اگر کسی ایسی چیز کے بارے میں قَسم کھائی جو خود بعینہٖ کھائی جاتی ہے تو قَسم بعینہٖ اُسی چیز کے کھانے سے متعلق ہوئی اَور اگر ایسی چیز کے بارے میں ہو جو عام طور سے بعینہٖ خود نہیں کھائی جاتی تو پھر قَسم کا تعلق اُس شے سے ہوگا جو اُس چیز سے پیدا ہوتی ہے یا حاصل ہوتی ہے مثلاً قَسم کھائی کہ میں اِس بکری سے کچھ نہیں کھاؤں گا پھر اُس کا دُودھ یا اُس کے دُودھ سے حاصل کیا ہوا گھی بھی استعمال کیا تو قَسم نہیں ٹوٹی کیونکہ بکری بعینہٖ کھائی جاتی ہے لہٰذا بعینہٖ بکری مراد ہوئی اِس سے حاصل ہونے والی شے مراد نہ ہوگی اَور اگر قَسم کھائی کہ میں یہ درخت نہ کھاؤں گا تو بعینہٖ درخت کھانے سے قَسم نہیں ٹوٹے گی کیونکہ جب درخت بعینہٖ کھائی جانے والی چیز نہیں ہے تو قَسم میں اِس سے مراد درخت سے حاصل ہونے والا پھل ہوگا اَور اگر اُس درخت کا پھل نہ ہوتا ہو تو پھر اُس درخت کی قیمت مراد ہوگی اَور اُس کی قیمت سے کوئی کھانے پینے کی چیز لے کر استعمال کی تو قَسم ٹوٹ جائے گی۔

مسئلہ : اگر یہ قَسم کھائی کہ یہ آٹا نہ کھاؤں گا تو چونکہ کچا آٹا بعینہٖ نہیں کھایا جاتا لہٰذا قَسم کا تعلق کچے آٹے سے نہیں ہوگا بلکہ اُس شے سے ہوگا جو آٹے سے بنائی گئی ہو تو ویسے ہی کچا آٹا پھانکنے سے قَسم نہیں ٹوٹے گی۔ البتہ اگر اُس کی روٹی پکا کر کھائی یا اُس کا حلوہ یا کچھ اَور پکا کر کھایا تو قَسم ٹوٹ جائے گی۔

مسئلہ : قَسم کھائی کہ یہ گیہوں نہ کھاؤں گا تو چونکہ گیہوں بھنوا کر کھا لیے جاتے ہیں اِس لیے اگر وہ گیہوں اُبال کر کھا لیے یا بھنوا کر چبا لیے تو قَسم ٹوٹ گئی اَور اگر اِن کو پسوا کر روٹی کھائی یا اِن کے ستو کھائے تو قَسم نہیں ٹوٹی۔ ہاں اگر یہ مطلب لیا ہو کہ اِن کے آٹے کی کوئی چیز بھی نہ کھاؤں گا تو ہر چیز کھانے سے قَسم ٹوٹ جائے گی۔

✡ ✡ ✡

نام کتاب : بریلویت حقائق کے آئینہ میں

تالیف : جناب پروفیسر حافظ غلام محمد میمن صاحب

ضخامت : ۴۵۶ صفحات، کمپوزنگ مناسب، جلد مضبوط

ناشر : مکتبہ اِصلاح وتبلیغ، حیدر آباد

قیمت : ۴۶۰ روپے

علماءِ حق کا شیوہ دین کے بلند مقاصد کی تکمیل اَور اُمتِ مسلمہ کی بحیثیت مجموعی سر بلندی قائم رکھنے کا رہا ہے، اِس لیے داخلی طور پر رُونما ہونے والے اِختلافات کو تحمل و بردباری سے نظر اَنداز کر کے وہ مثبت اَنداز سے دینِ متین کی صحیح تعبیر وتشریح کا فریضہ اَدا کرنے کی کوشش فرماتے رہے ہیں اَلبتہ اِختلافی مسائل میں بھی محض اِظہارِ حق کے لیے سنجیدہ اَنداز میں کوئی بھی بات کہہ دی جاتی ہے تاکہ اُس پر ٹھنڈے دِل سے غور کر کے صحیح نتائج حاصل کیے جاسکیں اَور غلط فہمیوں کو دُور کیا جاسکے۔

پیش نظر کتاب بریلوی مکتبہ فکر کے بارے میں قدیم و جدید تقریبًا دوسو کتابوں کے ایک اَیسے ہی سنجیدہ مطالعہ کا خلاصہ ہے جو موافق ومخالف ہر دو طبقوں کو دعوتِ فکر دیتا ہے۔ مؤلف کتاب نے جن اُمور پر اپنے تحقیقی وتقابلی مطالعہ کا حاصل پیش کیا ہے اِس کے چند نکات درج ذیل ہیں :

(١) علماءِ حق کی جن چار شخصیات کے بارے میں گستاخ اَور کافر ہونے کا پروپیگنڈہ جاری رہتا ہے حیرت کی بات یہ ہے کہ اُن کی کتابوں کی اصل عبارتیں وہ نہیں ہیں جو مخالفت کرنے والوں کی طرف سے پیش

کی جاتی ہیں، مزید برآں یہ کہ وہ تمام حضرات اپنے آپ کو اِس غلط مفہوم سے بری قرار دیتے ہیں مگر اَفسوس یہ ہے کہ اُن کے موقف کو کبھی تسلیم نہیں کیا جاتا۔

(۲) جناب مولانا احمد رضا خان صاحب کی کی علمیت، تصنیفات و تالیفات کی کثیر تعداد اَور اُن کے محتاط اَندازِ فتویٰ پر جو خوشگوار تبصرے اَور تأثرات پیش کیے جاتے ہیں اُن کی حقیقت بھی مختلف حوالوں سے واضح کی گئی ہے اَور موصوف کی سوقیانہ اَنداز کی عبارتوں کو عکسی حوالوں سے پیش کیا گیا ہے۔

(۳) آزادی کی تحریک اَور اُس کے مدّ و جزر کی تاریخ کا تفصیل سے مطالعہ کرنے پر یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ خود اعلیٰ حضرت، اُن کے خاندان، قریبی ساتھیوں، خاص الخاص لوگوں نے نہ تو انگریزی کے خلاف کچھ بھی لکھا نہ مقامی خود اِختیاری، حکومت میں نمائندگی اَور حقوق کے مطالبوں سے لے کر ملک کی آزادی کی تحریک میں کسی کا ساتھ دیا۔ کانگریس اَور جمعیۃ علماءِ ہند کو تو وہ کافروں کا گٹھ جوڑ سمجھتے، کہتے اَور لکھتے رہے لیکن اَپریل ۱۹۴۶ء تک بھی اِس طبقہ کی طرف سے مسلم لیگ اَور پاکستان کی تحریک کی بھی زوردار مخالفت ہی جاری رہی۔ مختلف حوالوں سے مؤلف کتاب نے اِس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے۔

(۴) ایک اَفسوس ناک پہلو یہ بھی سامنے آتا ہے کہ جن کاموں کی بدعت ہونے کی وجہ سے اعلیٰ حضرت کو بھی مخالفت میں فتوے دینے پڑے اُن کے آج کل کے نام لیوا عوام تو درکنار علماء اکرام بھی عام طور پر اِس بارے میں کچھ نہیں کر رہے، نہ اِس کے خلاف بول رہے ہیں بلکہ اعلیٰ حضرت کی طرف سے بھی بدعت قرار دی جانے والی بعض چیزوں میں تو وہ خود ملوث نظر آتے ہیں مثلاً ڈھول باجے کے ساتھ قوالی، عرس، مزاروں پر خواتین کا جانا، قبروں کا طواف، اُن کا بوسہ، تعظیمی سجدے اَور سوئم کی دعوتیں وغیرہ وغیرہ۔

مؤلف کتاب نے اَخیر میں اپنی اِس تمنا کا اِظہار بھی کیا ہے : ''کاش بریلویوں اَور اُن کے ہمدرد حضرات کو ہماری اِس کتاب میں پیش کیے گئے حقائق پر ٹھنڈے دِل سے غور کرنے کی توفیق نصیب ہو۔''

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ موجودہ وقت میں عالمی حالات کا تقاضا یہ ہے کہ اِس قسم کے مباحث نہ چھیڑے جائیں اَور اُمتِ مسلمہ میں جس قدر یکجہتی پیدا کی جا سکے اُتنی ہی مفید ہے۔ تاہم اِس موضوع پر کسی طالب حق کو سنجیدہ مطالعہ کی ضرورت ہو تو یہ کتاب اُس کے لیے معاون ثابت ہوگی اِس کو تلاش حق کے مخلصانہ جذبات ہی سے پڑھا جانا چاہیے۔ (م۔ر۔ع)۔ (بشکریہ : ماہنامہ البلاغ کراچی)

اَخبار الجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

۲۷؍ رجب المرجب ۱۴۳۱ھ مطابق ۱۰؍ جولائی ۲۰۱۰ء کو جامعہ مدنیہ جدید میں وفاق المدارس کے سالانہ اِمتحانات نہایت خوش اسلوبی سے ہوئے، جامعہ کے ۳۰۰ طلباء نے وفاق کا اِمتحان دیا، والحمد للہ۔

۴؍ شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ مطابق ۱۷؍ جولائی ۲۰۱۰ء بروز ہفتہ سے حسبِ سابق جامعہ مدنیہ جدید میں اُستاذ الحدیث حضرت مولانا محمد حسن صاحب نے دورۂ صرف ونحو کا آغاز کیا، ملک کے چاروں صوبوں سے آنے والے طلباء نے بڑی تعداد میں شرکت کی، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

۲۶؍ جولائی کو بعد نماز مغرب شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب جامعہ مدنیہ جدید کے فاضل مولانا مشاہد صاحب کی خواہش پر مدرسہ عائشہ صدیقہ للبنات بھٹہ چوک کینٹ میں ختم بخاری شریف کی تقریب میں شرکت کی غرض سے تشریف لے گئے جہاں آپ نے بخاری شریف کی آخری حدیث پڑھائی اور اپنے مختصر بیان میں علم کی اہمیت اَور مقاصد پر روشنی ڈالی۔

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) زیرِ تعمیر مسجد حامدؒ کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے مجوزہ دَارالاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(۳) اَساتذہ اور عملہ کے لیے رہائش گاہیں

(۴) کتب خانہ اور کتابیں

(۵) زیرِ تعمیر پانی کی ٹنکی کی تکمیل

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اَجر ہے۔

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلب ِسڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اور اپنے عزیز و اقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اراکین اور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

1۔ سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلو میٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 35330310 - 42 - 92+ - 35330311 - 42 - 92+

2۔ سیّد محمود میاں ''بیت الحمد'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون نمبر : 37726702 - 42 - 92+ فیکس نمبر 37703662 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+ V فون نمبر : 36152120 - 42 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اکاؤنٹ نمبر 0-7915 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)

مسجد حامد کا اکاؤنٹ نمبر 1-1046 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)